



کاتبِ وحی سیدنا معاویہؓ

امیر المومنین، خال المسلمین سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق حضور نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ جماعت صحابہؓ میں سب سے زیادہ حلیم و سخی ہیں اور مزید دعا کی کہ "اے اللہ! معاویہ کو ہادی و مہدی بنا اور ان کو لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنا۔ یہ عظیم المرتبت انسان جن کی قیادت میں اسلام کی تاریخ میں سب سے پہلا بحری بیڑہ حرکت میں آیا۔ ان کا یوم وفات ۲۱ رجب ۶۰ھ ہے۔ ان کے حضور خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے اجتماعات کا اہتمام کر کے غیرت ملی کا ثبوت دیں

ادارہ

23.6.78



وضو کے مسائل

داڑھی اور انگلیوں کا خلال

حضرت العلام حافظ نور الحسن صاحب

روایت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ

حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام سے وضو کے متعلق سوال کیا تو آپ نے وضو کا طریقہ ارشاد فرمایا۔ حتیٰ کہ اعضاء کے دھونے اور سر کے مسح کا حکم دیا اور پھر فرمایا۔ "انگلیوں کے درمیان خلال کرو" دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھ کر خلال کرے۔ اور ناک کی بانسی تک پانی پہنچانا ضروری ہے۔ اس سے زیادہ مبالغہ ہو سکے تو شرعی اور طبی نقطہ نظر سے بہت اچھا اور مفید ہے البتہ روزے کی حالت میں ایسا نہ کرے۔

روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ وضو کرو تو ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرو۔

حضرات! اگر پاؤں کی انگلیاں کھلی کھلی ہوں تو ان تک پانی پہنچا دینا ضروری ہے اور انگلیاں تنگ اور ملی ہوں تو پھر خلال کریں۔ طریق خلال یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی اور انگوٹھے سے کام لیں اور دائیں پاؤں کی چھوٹی انگلی سے شروع کر کے سیدھا چلتے جائیں حتیٰ کہ بائیں پاؤں کی چھوٹی انگلی پر ختم کر دیں۔

طریق پیغمبر ﷺ

حضرت ابن شداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام وضو فرما چکے تو آپ نے بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے خلال کیا۔ خلال کا مطلب ہے ایک چیز کو دوسری چیز میں داخل کر دینا۔

روایت انس رضی اللہ عنہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ (خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ آپ جب وضو میں چہرہ دھوتے تو پانی کا ایک چلو لے کر داڑھی کے نیچے گردن سے داڑھی کی طرف خلال فرماتے یعنی نیچے سے اوپر کی طرف، جس کا مطلب ہے کہ ٹھوڑی کے نیچے پانی لگاتے۔

حضرت ابی حیہ رضی اللہ عنہ کی روایت

فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیکھا۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو مل کر دھویا۔ پھر چہرہ کو تین مرتبہ دھویا، ہاتھوں کو بھی تین مرتبہ دھویا، سر کا مسح کیا (جس کی کم سے کم مقدار چوتھائی سر ہے) بعض لوگ بالوں کی تزئین و سیٹنگ کی خاطر سر کے مسح کے معاملہ میں بے احتیاطی برتتے ہیں حالانکہ اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ کہیں خداوند قدوس اپنے فرض کی بے حرمتی دیکھ کر تمہیں ہی سیٹ نہ کر دیں۔

اس کے بعد آپ نے وضو سے بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پیا کہ ایسا کرنا بھی سنت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وضو لوٹے کے بجائے طبق سے کرتے۔ بعض لوگ پانی سے وضو

باقی صفحہ ۳۱ پر



جلد ۲۳
۱۶-۱۰ رجب ۸ ۱۴۰ھ
۲۳ جون ۸۷ء
شمارہ ۴۷

اس شمارے میں

درس حدیث
خلافت راشدہ
دولت و سرمایہ کو حصول نیکی کا ذریعہ بنائیں
شہری منصوبہ بندی اسلام کے آئینے میں
مشترکہ نصاب دینیات
نظم
دینی مدارس کا مروجہ نصاب تعلیم
نعمتوں کی پوچھ
کمیونزم وطن عزیز کی سرحد پر
"جواب آں غزل"
حضرت آسیہؓ
تعارف و تبصرہ
بچوں کا صفحہ

رئیس الادارہ
پیر طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ
مدیر منتظم : میاں محمد اجمل قادری
مدیر محمد سعید الرحمن علوی
معاون صالح محمد حضروی
سالانہ ۶۰ روپیہ ششماہی -/۳۰
سہ ماہی -/۱۵ فی پرچہ 1/50

اداریہ

ہمارے دُکھوں کا واحد علاج

خلافتِ راشدہ

نظامِ شریعت ، اسلامی نظام اور نظامِ مصطفیٰ جیسی اصطلاحات ایک عرصے سے ہمارے یہاں رواج پذیر ہیں۔ خود تحریکِ پاکستان میں اسی انداز کے نعرے اور پروگرام قوم کے سامنے رکھ کر قوم سے ووٹ حاصل کیے گئے۔ یہ ایک الگ بحث ہے کہ مسلم لیگ سے لے کر اب تک کے برسرِ اقتدار لوگوں نے اسلامی نظام کے لیے کیا کیا اور کیا نہ کیا؟ ان کے عمل و کردار سے ہم اپنی منزل سے دُور ہو گئے یا قریب؟ صحبت امروزہ میں جس مسئلہ کی طرف توجہ دلانا ہے وہ یہ ہے کہ نظامِ اسلام آخر ہے کیا؟ ظاہر ہے کہ ہر آدمی جلدی سے یہ کہہ دے گا کہ اللہ کا نازل کردہ قانون نظامِ شریعت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قانون کی اصولی باتیں قرآن مجید میں ہیں۔ جب کہ اس کی تشریحات و تفصیلات کا سہرا حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہے۔ یہ تمام تفصیلات صحیح و درست ہونے کے باوجود ایک سوال ابھی باقی رہ جاتا ہے کہ اس کی کوئی عملی صورت بھی کسی دور میں سامنے آئی ہے جس کو بنیاد بنایا جا سکے؟ ممکن ہے اس سوال کے جواب میں بعض اقلیتی طبقات دوراز کار باتیں کہیں۔ لیکن جہاں تک امت کے سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کا تعلق ہے وہ اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ کہ یہ نظام ایک ہزار سال سے زائد عرصہ تک دنیا میں اپنی جلوہ تابانی دکھاتا رہا یہ یقین رکھتے ہیں کہ اس کی مثالی شکل و صورت خلافتِ راشدہ کا وہ سنہری دُور ہے، جس کی مثال تاریخِ عالم میں مشکل سے ملے گی۔ یہ دور ایسا ہے کہ اپنے اور بیگانے سبھی اس کے قائل و معترف ہیں سوائے قدیم و جدید روافض کے جو اپنی سیاہ باطنی کے پیشِ نظر اپنی عاقبت تباہ کرنے پر تلے ہوئے

پبلشر مولانا عبید اللہ انور ۔ پرنٹر الٰہی بخش ۔ مطبع کاسمو پرنٹرز 48 موری گیٹ لاہور

ہیں۔

سال گذشتہ کی شالی تحریک کا بنیادی محرک یہی تھا کہ عوام کو یہ باور کرایا گیا تھا کہ اس ملک میں نظامِ شریعت نافذ کیا جائے گا۔ عوام نے قومی قائدین و رہنماؤں کی اکثریت کی ذاتی زندگیوں کا جائزہ لیے بغیر اعتماد کر کے عدیم النظیر قربانی پیش کی۔ یہ الگ بات ہے، گنے چنے چند قائدین کے علاوہ باقی ان راہوں پر چل نکلے جو بالآخر سارے ملک کو تباہی کے گڑھے میں ڈال کر رکھ دیں گی۔ (خدا ایسا نہ کرے)۔

اس اثنار میں بعض طبقات اور حلقوں کی طرف سے "خلافتِ راشدہ" کی بنیاد پر نظامِ مملکت نافذ و جاری کرنے کی آوازیں اٹھنے لگیں، ظاہر ہے کہ یہ آواز عین حق و صواب تھی اور ہے اور اس کے بغیر کوئی دوسری شکل امت کے لیے قطعاً قابلِ قبول نہیں۔

لیکن وہی "شرذمہ قلیلہ" جو مدت سے "قرآن و صحابہ دشمنی" کی آگ میں جل رہا ہے اس نے واویلا مچانا شروع کر دیا اور اس سنہری دور کے خلاف زبانِ طعن دراز کرنا شروع کر دی۔ ان لوگوں کو اگر دنیا میں کسی سے بیر ہے تو وہ صرف درسگاہِ نبوی کے فیض و تربیت یافتہ "اہلِ علم و دانش" سے ہے جنھیں خود ربِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رضا کا سرٹیفکیٹ عطا فرمایا۔

ان لوگوں کا شور و غوغا ہماری نظر میں کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ بشرطیکہ ہم اور ہمارے حکمران اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کریں اور وہ یوں کہ:

● اہلِ علم و دانش تاریخ کی مکروہ زمانہ روایات کو ردی کی ٹوکری میں پھینک کر قرآن و سنت کی بنیاد پر "وحیِ الٰہی" کے "عینی گواہوں" کے اسوۂ حسنہ و مبارکہ کی وضاحت و ترجمانی کریں اور ان کے اخلاق و کردار کی حسین جھلکیاں تحریر و تقریر کے ذریعہ اتنی عام کر دیں کہ عوام اپنے اسلاف کی حقیقی عظمت سے روشناس ہو سکیں اور وہ پوری قوت و اجتماعیت سے پکار اٹھیں کہ ہمارا اول و آخر مطالبہ "خلافتِ راشدہ" کی بنیاد پر نظامِ مملکت کا نفاذ و اجرار ہے۔

● جو لوگ بالخصوص "سبائیت جدیدہ" کے علمبردار زبان و قلم سے اس دور کی برکات کو جھٹلاتے اور تاریخِ انسانیت کے سب سے زیادہ عظیم البرکت حضرات کے دامنِ اقدس کو داغدار کرنے کی کوشش کرتے ہیں، انہیں غیرتِ ملّی و دینی کے ذریعہ وہ سبق پڑھایا جائے کہ آئندہ ان کے گستاخ قلم ایسی جسارت نہ کر سکیں اور ان کی گز بھر لمبی زبانیں بند ہو کر رہ جائیں۔

● اور حکومت حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے الفاظ میں سیاست (ملی) جرأت اور دیانت سے کام لے کر اس نظام کے نفاذ و اجرار کا کام کر گزرے اور اس چکر میں نہ پڑے کہ کیا ہوتا ہے یا نہیں؟ جو خدا اینٹ گارے سے بنے ہوئے اپنے گھر کی ابرہہ کے ہاتھوں سے حفاظت کرنے پر قادر ہے وہ اپنے نازل کردہ نظام کے مخالفین کے دانت بھی کھٹے کر دے گا۔ بشرطیکہ ہم خلوص و دیانت کا مظاہرہ کریں۔

● بدقسمتی یہ ہے کہ کوئی بھی تو اپنی ذمہ داریاں محسوس نہیں کرتا۔ اہلِ علم و دانش جہّال کی تقلید میں تاریخ کی افسانوی روایات کے سہارے اپنے خطبات و مواعظ اور تقاریر کو مرصع بناتے ہیں اور اپنی کتابوں میں قرآن و سنّت کے موتیوں کی جگہ تاریخ کی ٹھیکریوں کو جگہ دیتے ہیں۔ دشمنانِ قرآن و صحابہ کے معاملہ میں حمیّتِ دینی نام کو نہیں رہی اور محض چند روپوں کی خاطر اپنے لختِ جگر کو "عاق" کرنے والے فرزندانِ آدم سے جب دین و ایمان کی خاطر یہ کہا جاتا ہے تو وہ اسے تنگ نظری پر محمول کرتے ہیں۔ فیا للعجب۔

رہ گئی حکومت تو وہ خلافتِ راشدہ کی بنیاد پر نظامِ مملکت کا کیا خاکہ بنائے گی اور نافذ کرے گی، وہ تو نصابِ دینیات سے خلفاءِ راشدین کا تذکرہ تک خارج کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ جیسا کہ آپ خدام الدین میں ہی سرحد کے مشہور عالمِ دین مولانا قاضی عبدالکریم آف کلاچی کا مقالہ ملاحظہ فرمائیں گے۔ حکومتی دانشوروں کا موقف خوب ہے کہ ان کے تذکرہ سے فلاں چڑتا

ہے؟ تو پھر محمدؐ کی ختمِ نبوت کو خارج کر دو کہ اس سے کادیانی ذریت چڑتی ہے؟ پھر حدیث کو اڑا دو کہ اس سے مسلم لیگ کے فکری محاذ پر سب سے زیادہ جدوجہد کرنے والے یا بالفاظِ دیگر علماء کو کوسنے والے غلام احمد پرویز کو تکلیف ہوتی ہے! اور ہاں سرے سے اسلام کا نام کیوں خارج نہیں کر دیتے کہ ایسے بدباطن بھی تو ہیں جو اس سے ہی الرجک ہیں۔ یہ خوب منطق ہے کہ ابوبکر و عمر و عثمان علیہم الرضوان کا ذکر نہ کرو کہ اس سے فلاں کور باطن کا دل دکھتا ہے۔

حکومت شاید محسوس نہیں کرتی کہ اس کی روش سے کس حد تک پریشانیاں پیدا ہو رہی ہیں؟ گذشتہ ماہ محسنِ ملت حضرت الامام السید ابوبکر صدیقِ اکبر سلام اللہ علیہ و رضوانہ کے متعلق مسلسل مطالبات ہوتے کہ ان کے یومِ وفات پر تعطیل ہو اور سرکاری اہتمام سے وہ دن منایا جائے لیکن حکومت ٹس سے مس نہ ہوئی۔ اور اب عوام سراپا احتجاج ہیں۔ جس کا اندازہ ان خطوط اور قراردادوں سے ہو رہا ہے جو ہمیں موصول ہو رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی سبائیت کے علمبردار جس قسم کی زبان استعمال کر رہے ہیں اور جس قسم کی تحریریں سامنے لا رہے ہیں۔ اس پر اضطراب بڑھ رہا ہے۔ جس کا اندازہ مختلف تنظیموں کی طرف سے موصول ہونے والا لٹریچر اور قراردادیں ہیں — لیکن ہم سمجھ نہیں پائے کہ آخر ان چیزوں کا نوٹس کیوں نہیں لیا جا رہا؟

حکومت سے ہم گذارش کریں گے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو محسوس کرے کہ "صحابہ" کا معاملہ بڑا نازک ہے وہ اسلامی تاریخ کی مثالی شخصیات ہیں اور ان کو خود اللہ تعالیٰ نے "معیارِ حق و صداقت" قرار دیا ہے۔ ان کے خلاف کوئی بھی لفظ قیامت کا سماں پیدا کر سکتا ہے۔

اور آخر میں یاروں سے گلہ! ملک میں سُنّی مشن کے سلسلہ میں متعدد تنظیمیں اور جماعتیں کام کر رہی ہیں، تنظیم اہلِ سُنّت، حقوق اہلِ سُنّت، خدام اہلِ سنّت اور سُنّی کونسل جیسی بعض تنظیمیں تو ہمارے علم میں ہیں۔ اس کے علاوہ بھی متعدد تنظیمیں ہیں، لیکن کیا وجہ ہے کہ ایک مشن کے لیے کام کرنے والے متحد و متفق کیوں نہیں ہوتے؟ اس راہ میں آخر کونسی رکاوٹ ہے؟ زیادہ سے زیادہ یہ ہو گا کہ بعض حضرات کا خوابِ قیادت پریشان ہو کر رہ جائے گا۔ لیکن ایک مخلص مسلمان کے لیے یہ خواب تو کوئی معنی نہیں رکھتا۔ وہ تو خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح عین میدانِ جنگ میں قیادت سے معزول ہو کر بھی جواں مردی کا مظاہرہ کرتا ہے؟ ہماری خواہش ہے کہ یہ مختلف تنظیمیں اکٹھے ہو کر کام کریں اور من و تو کی تمیز ختم ہو جائے۔ اس کے لیے یا تو انہیں تنظیموں میں سے کوئی بزرگ شخصیت اس کا بیڑا اٹھائے اور یا پھر ہمارے ساتھ تعاون کیا جائے۔ بہرحال ہماری یہ خواہش ہے کہ ایسا ہو جائے۔ اگر ایسا ہو گیا تو ملت کے بہت سارے کام آسان ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ آمین۔

علوی

شذرہ

سرحد کی مشہور دینی درسگاہ مدرسہ نجم المدارس کلاچی ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان شوال ۱۳۹۹ھ کی ابتداء سے ایک دارالمطالعہ کا کام شروع کر رہی ہے جس کا مقصد جدید فارغ التحصیل علمائے کرام کو بعض عنوانات پر خصوصی تیاری کرانا ہے۔ اس مقصد کے لیے جو نصاب تجویز کیا گیا ہے اس میں تفسیر و تصوف اور فقہ کی بعض اہم ترین کتابیں شامل ہیں۔ نصاب کی ترتیب میں حضرت علامہ شمس الحق افغانی اور مولانا مفتی محمودؒ جیسے فاضل حضرات کے مشورے شامل ہیں۔ جب کہ حضرت مولانا خان محمد صاحب سجادہ نشین کندیاں، مولانا مفتی محمد عبداللہ ملتان اور مولانا محمد اسمٰعیل آف خوشاب جیسے حضرات نے اس تجویز کو خوب خوب سراہا ہے۔ اشتہار کے مطابق دو گھنٹے روزانہ درس ہو گا جب کہ ۲ گھنٹے مدرسہ کی زیرِ نگرانی مطالعہ اور اس کے بعد امتحان۔

یہ پروگرام اپنے مالہ و ما علیہ کے اعتبار سے انتہائی پسندیدہ ہے اور ہمارے دل سے اربابِ مدرسہ کے لیے بلیباختہ دعائیں نکلیں۔

ہماری خواہش یہ ہے کہ دوسرے مدارس بھی اس تجویز کو اپنائیں۔ باقی ص۱۲ پر

خطبہ جمعہ

دولت اور سرمایہ کو حصولِ نیکی کا ذریعہ بنائیں

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عُبید اللہ انور مدّ ظلہم ○

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون وما تنفقوا من شیءٍ فان اللہ بہ علیم (صدق اللہ العظیم)

محترم حضرات! یہ آیت کریمہ سورۃ آل عمران کی آیت ۹۵ ہے جس کا ترجمہ یہ ہے :۔

ہرگز نہ حاصل کر سکو گے نیکی میں کمال
جب تک نہ خرچ کرو اپنی پیاری چیز
سے کچھ، اور جو چیز خرچ کرو گے سو اللہ
کو معلوم ہے (حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ)

حضرت لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے مختصر حواشی میں ارشاد فرماتے ہیں:

اس طریقہ پر مال صرف کرنا نتیجہ خیز ہے
کیونکہ اس صورت میں تزکیہ نفس ہو گا.
اور یہی عند اللہ قدر و قیمت رکھتا ہے
(ص ۹۷)

حضرت شیخ الہندؒ کے ارشادات

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی قدس سرہٗ جو ہمارے حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ اور تمام اکابر اساتذہ کے استاذ تھے۔ اپنے حاشیہ قرآن میں (جو مکمل نہ ہو سکا اور جس کو حضرت مولانا عثمانی نے مکمل فرمایا) ارشاد فرماتے ہیں :۔

یعنی اللہ کو معلوم ہے کہ کیسی چیز خرچ کی، کہاں خرچ کی اور کس کے لیے خرچ کی جتنی محبوب اور پیاری چیز جس کے مصرف میں جس قدر اخلاص و حسن نیت سے خرچ کرو گے اسی کے موافق خدا تعالیٰ کے یہاں سے بدلہ ملنے کی امید رکھو۔ اعلیٰ درجہ کی نیکی حاصل کرنا چاہو تو اپنی محبوب و عزیز ترین چیزوں میں سے کچھ خدا کے راستہ میں نکالو۔

حضرت شاہ صاحب (شاہ عبد القادر محدث دہلویؒ) لکھتے ہیں۔

یعنی جس چیز سے دل بہت لگا ہو
اس کے خرچ کرنے میں بڑا درجہ
ہے، یوں ثواب ہر چیز میں ہے
(ص ۷۹)

اسلام اور سرمایہ

اسلام دین فطرت ہے، اللہ رب العزت نے اس کے ذریعہ ملت کی اجتماعی اور انفرادی معاملات و مسائل کی اصلاح و رہنمائی فرمائی ہے۔ اسلام افراط و تفریط سے پاک ایک نظام عدل ہے جس میں توسط و اعتدال ہر جگہ موجود ہے۔ دولت و سرمایہ کے متعلق آج ہمارے معاشرہ میں دو قسم کے تصوّرات موجود ہیں۔ اور بد قسمتی سے وہ دونوں تصوّرات روح اسلام کے منافی ہیں۔

یہ تصورات بدیسی غلامی کے مکروہ اثرات کا نتیجہ ہیں۔ یا پھر اس کا رد عمل۔

ایک تصوّر کیپٹلزم یا سرمایہ داری کا ہے۔ دوسرا سوشلزم و کمیونزم کا! پہلے تصور میں پورے معاشرہ و ملک کی دولت پر چند افراد یا زیادہ سے زیادہ چند خاندانوں کی اجارہ داری اور ان کا تسلط ہوتا ہے جب کہ دوسرے تصوّر میں انفرادی ملکیت کا دور دور پتہ نہیں اور ہر چیز قومی ملکیت کی نذر ہو جاتی ہے حالانکہ یہ دونوں تصوّرات غلط ہیں۔ اس کے بالمقابل اسلام یہ کہتا ہے کہ وسائل دولت سے استفادہ پر پابندی نہ ہو اور جو آدمی اپنی اہلیت و صلاحیت سے جتنا کما سکے، حاصل کر سکے اس پر کوئی قدغن نہیں لیکن کما کر اور اکٹھا کر کے اس کو تجوریوں میں بھر دینا اسلام اس کا شدید مخالف ہے۔ وہ دولت کے پھیلاؤ کا قائل ہے۔ جیسا کہ سورۃ حشر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یہ زکوٰۃ و عشر سے لے کر میراث تک کے مسائل ہیں ہی۔ اس لیے کہ دولت سمٹ کر نہ رہ

جائے بلکہ پھیل جائے۔

ہمارا رویہ

بدقسمتی سے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے یہاں کے عام ارباب دولت شرعاً واخلاقاً اپنی ذمہ داریوں کو محسوس نہیں کرتے۔ ان میں سے بہت کم (آٹے میں نمک کے برابر) ایسے افراد ہیں جو زکواۃ وعشر جیسے بنیادی فرائض کا لحاظ کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ معلوم ہے کلمہ شہادت کی طرح زکواۃ بھی فرض ہے۔ اور ایسا فرض جس پر اسلام کی عمارت قائم ہے۔

زکواۃ کے مسائل اس حد تک سیکھنا جن کے ذریعہ آدمی فرض ادا کر سکے ضروری ہے۔

لیکن آج کتنے لوگ ہیں جنہیں معلوم ہے کہ سرمایہ ہر سال گزرنے سے زکواۃ کی ادائیگی ضروری ہو جاتی ہے؟

کتنے ہیں جنہیں یہ معلوم ہو کہ مال میں سونا چاندی اور جانور مواشی کا نصاب کیا ہے؟ کتنے ہیں جنہیں یہ علم ہو کہ ہر قسم کی سبزی، ترکاری، غلہ اناج اور پھل فروٹ میں عشر ہے۔ اور اس کی ادائیگی کٹائی کے ساتھ ہی ضروری ہے؟ کتنے ایسے مسلمان بھائی ہیں جو عشر میں قدرتی ذرائع سے سیراب ہونے والی زمین اور دوسرے ذرائع سے سیراب ہونے والی زمین کا فرق جانتے ہیں؟ ایسے لوگ آج ڈھونڈے سے نہ ملیں گے جو قربانی وفطرانہ کے مسائل جانتے ہوں اور یہ تو کسی کو معلوم ہی نہ ہوگا کہ معدنیات میں بھی خدا کا حصہ موجود ہے؟

غلط نظام تعلیم

یہ سب کچھ غلط نظام تعلیم کا نتیجہ ہے، آج ہمارے نظام تعلیم پر کلیسا کی چھاپ ہے۔ مسجد کی نہیں کلیسا نے اپنے معاشرہ کو دو حصوں میں بانٹا سٹیٹ وکلیسا کی الگ الگ عملداری قائم کی تو ہم نے بھی غلامی کے اثرات میں ایسا ہی کیا اور تیس سال کا دور آزادی بھی ہمیں حقیقت کی طرف نہ لوٹا سکا جس کی وجہ واضح ہے کہ ہماری قیادت حقیقی علوم سے بے بہرہ ہے۔

اس سے آگے

یہ تو اشارات تھے زکواۃ وغیرہ کے متعلق جن کے مسائل سیکھنے از بس ضروری ہیں اور اس کے لیے اہل علم کی خدمت میں بیٹھنا ان کی جوتیاں سیدھی کرنا ناگزیر ہے۔

حضرت رحمہ اللہ فرماتے تھے جو کچھ فقیروں درویشوں اور اہل اللہ کی جوتیوں میں ملتا ہے وہ شاہوں کے تاجوں میں نہیں ملتا۔ لیکن آپ اس سے آگے بڑھیں تو اسلام دولت وسرمایہ کے معاملہ میں "العفو" کی تعلیم دیتا ہے۔ یعنی جو تمہاری ضروریات سے زائد ہے اسے خدا کی راہ میں خرچ کر ڈالو۔ قرآن کہتا ہے کہ "تمہارے مالوں میں (زکواۃ کے علاوہ بھی) سائل اور محروم لوگوں کا حق ہے"۔ وہ معاشرہ جو طبقاتی کشمکش کا شکار ہو جائے۔ جس کی اکثریت نان جویں اور ضرورت کے مطابق کپڑے۔ جھونپڑی اور تعلیم ومعالجہ کی سہولتوں سے محروم ہو جائے۔ وہ معاشرہ ایک صالح وصحیح معاشرہ کہلانے کا مستحق نہیں ہوتا۔ اس قسم کا معاشرہ روح حدیث کے مطابق دھرتی پر بوجھ ہوتا ہے۔ اس معاشرہ کی وہ حقیر اقلیت لہو ولعب میں مبتلا ہو کر غضب الٰہی کو دعوت دیتی ہے اور اس طرح انسانیت مختلف النوع مصائب کا شکار ہو جاتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو کونسی حالت محبوب وپسند تھی

یوں اگر ہم قرآن وسنت کو دقت نظر سے پڑھیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ عزت ومسکینی کی حالت خدا اور رسول خدا کو پسند ومحبوب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکینی کی حالت میں جینے اور اسی حالت میں مرنے کی دعا فرماتے اور یہ بھی فرماتے کہ "احشرنی فی زمرۃ المساکین" کہ میرا حشر بھی مسکینوں کے زمرہ میں ہو۔ آپ نے معاشرہ کے مظلوم طبقات کو بطور خاص اپنی شفقتوں سے نوازا، اہل ثروت کو تلقین کی کہ جو تمہارے ماتحت ہو ان کو وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور وہی پہناؤ جو خود پہنتے ہو۔ انہیں اپنا بھائی قرار دیا۔ فرمایا کہ وہ لوگ اہل ثروت سے پانصد سال قبل جنت میں چلے جائیں گے۔ الغرض اللہ کے نبی کو بنیادی طور پر زندگی کے یہ انداز پسند ہیں کیونکہ عام طور پر مشاہدہ وتجربہ یہ ہے کہ دولت اپنے ساتھ بے پناہ برائیوں کو لے کر آتی ہے۔ آدمی زر کو مشکل کشا اور سب کچھ سمجھ لیتا ہے۔

آج معاشرہ کے اندر جرائم کی بہتات ہے ان کی تہہ میں بھی آپ کو زن، زر، زمین ہی نظر آئے گی۔ دولت وثروت جو ایک خاص حد تک اللہ کا "فضل" ہیں آگے چل کر غضب ولعنت کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ تکبر وغرور اور فسق وفجور میں آدمی مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور جب عام اہل ثروت اس طرح ہو جاتے ہیں تو پھر فدمرناھا تدمیرا! (بنی اسرائیل)

وہ بستیاں جڑوں سے اکھاڑ دی جاتی ہیں۔

نتیجہ

واضح ہے کہ انسان کو دولت کی ہوس کے بجائے قناعت وتوکل کو اپنانا چاہیئے۔ اور جب خداوند قدوس سرمایا ودولت سے نواز دیں تو اسے خیر وبھلائی کے حصول کا ذریعہ بنانا چاہیئے یہی اللہ کا پیغام ہے اور یہی فرمایا گیا۔

"کہ محبوب ترین چیزوں کو خرچ کئے بغیر کمال نیکی کا حصول ناممکن ہے"

اللہ رب العزت ہمیں اپنی مرضیات کا پابند بنائے اور افراط وتفریط سے محفوظ رکھے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

حکمرانی کا اسلامی طریقہ

خوفِ خدا امابعد دیکھو اس اللہ سے ڈرو جو یکتا و تنہا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کے غیظ و غضب و ناراضگی سے لرزاں و ترساں رہو۔ رات دن اپنی رعیّت کی دیکھ بھال اور غور و پرداخت کرو صحت و عافیت میں آخرت کو کبھی نہ بھلاؤ۔ اس وقت کو یاد رکھو جو تم پر آنے والا ہے۔ ان باتوں کو دھیان میں لاؤ جن پر تم کو نگران مقرر کیا گیا ہے۔ ان کے بارے میں تم سے سوال کیا جائے گا اور تم سے باز پرس ہوگی اور نہ صرف اُن کو خیال میں لاؤ بلکہ ان کے مطابق عمل کرو اور تمام امورِ خیر کے پابند رہو۔ اللہ تعالیٰ تم کو اپنے حفظ و امان میں رکھے گا اور آخرت میں اپنے دردناک عذاب اور دکھ دینے والے عقاب سے بچالے گا۔ جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر بڑا احسان کیا ہے اور تم پر بڑی مہربانی فرمائی ہے کہ اپنے بندوں کی دیکھ بھال تمہارے ہاتھ میں رکھی۔ تم پر واجب کیا ہے کہ تم ان کے ساتھ عدل و انصاف سے پیش آؤ اور اللہ کے بنائے ہوئے حقوق و حدود پر ان کو کاربند رکھو۔ ان پر سے مصیبتیں اور آفتیں دور کرنے کی کوشش کرو اور ان کے ننگ و ناموس، ان کے عہدے و منصب، ان کی جانوں اور خاندانوں کی پوری حفاظت کرو۔ غرض کہ ان کو راحت و آرام پہنچانے کے ذمہ دار بن جاؤ۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ تم سے ان چیزوں کے بارے میں باز پرس کرے گا جن کی پابندی تم پر فرض قرار دی گئی ہے اور جن پر تم کو آگاہ کر کے ان کے بارے میں تم سے جواب طلب کرے گا اور پھر بعد میں جو کچھ کر چکے ہو اس پر تم کو مناسب بدلہ دے گا لہٰذا ان امورِ متذکرہ پر عمل پیرا ہونے کے لیے دینی فہم عقل اور بصارت کی طاقتوں کو کھپا دو اور تمہاری مشغولیت بھی ان کو عمل میں لانے سے مانع نہ ہونے پائے۔ سمجھ لو یہ تمہارا چوٹی کا کام ہے۔ یہ تمہاری حالت کی صحیح اصلاح ہے۔ سب سے پہلے اسکا پر بیدار کیا جائے گا۔

اہمیّت نماز تم کو چاہیے کہ سب سے پہلے اپنے نفس کو نمازِ پنجگانہ کا عادی بناؤ اور اس پر ہمیشہ کاربند رہو۔ جماعت کے پابند رہو۔ سنّتیں بھی ہرگز ترک نہ کرو۔ مثلاً وضو ٹھیک سے کرو۔ وضو میں دھویا جانے والا کوئی عضو سوکھا نہ چھوڑو۔ اس کی ابتدا اللہ کے ذکر سے کرو۔ قرآن ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ رکوع سجدہ تشہد میں جلدی نہ کرو بلکہ بدن کو ٹھہراؤ اور نماز میں اپنا دل و دماغ لگاؤ اور جو لوگ تمہاری صحبت میں ہیں یا ماتحت ان کو بھی انھیں امورِ خیر کا پابند بناؤ اور ان کا عادی کرو کیوں کہ یہی نماز ہر بُرائی اور ناشائستہ بات سے روک دیتی ہے۔

سُنّتِ رسولؐ ان فرائض کی پابندی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی سُنّتوں کو اپنا شعار بناؤ۔ آپؐ جیسے اخلاق سیکھ لو اور پھر آپ کے بعد جو سلف صالحین گزرے ہیں ان کے بھی نشاناتِ قدم پر چلو۔ جب تم کو کوئی مشکل پیش ہو تو استخارہ کرو تقویٰ اختیار کرو اور قرآن پاک میں جو امر و نہی، حلال و حرام کا حکم وارد ہے۔ ان سے ذرہ برابر انحراف نہ کرو۔ پھر حدیثِ نبوی کو بھی ہرگز نہ بھلاؤ بلکہ اپنا لائحہ عمل بناؤ۔

رضائے الٰہی پھر جو بھی قدم اٹھاؤ اللہ کی خوشنودی کی خاطر ہو اور اپنی پسندیدہ و غیر پسندیدہ باتوں میں انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دو اور اس میں کسی اپنے پرائے کی رعایت نہ کرو۔ فقہ کو سیکھو اور اہلِ فقہ کی قدر و منزلت کرو۔ دین کی قدر اپنے دل میں بٹھاؤ۔ جان لو کہ انسان کو سب سے زیادہ زیب دینے والی صفت یہ ہے کہ وہ علم فقہ کو سیکھے سکھائے، پڑھے پڑھائے اور اس کی طلب میں لگا رہے اور ہر امر کی تلاش میں رہے جو اس کو اللہ سے قرب نصیب کرے کیونکہ یہی چیز اس کی بھلائی کی پوری پوری نشانی ہے۔ بھلائی کی طرف اس کی مشیر ہے اور یہی اس کو گناہوں اور مہلک باتوں سے بچاتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق شاملِ حال ہو تو اس کی معرفت کے راستے انسان پر کھلتے چلے جاتے ہیں۔ اس کی بڑائی دل میں بیٹھتی چلی جاتی ہے۔ آخرت کے بڑے درجے پانے کا مستحق بنتا ہے بلکہ دُنیا میں جب بھی تمہاری نیکی سب لوگوں پر کھلے گی تمہارے حکم کو وہ سر آنکھوں پر رکھیں گے اور تمہارے غیظ و غضب سے ڈریں گے تم سے مانوس رہیں گے۔ تمہارے عدل و انصاف پر ان کو پورا بھروسہ ہوگا۔

اعتدال تم اپنے کاموں میں میانہ روی اختیار کرو۔ کیونکہ اس سے زیادہ نفع بخش، امن و حفاظت کا ذمہ دار اور فضیلت اور بزرگی کی نشانی کوئی چیز نہیں۔ امور میں اعتدال ہی انسان

کو بھلائی اور بزرگی کی طرف لے جاتا ہے اور بھلائی توفیقِ ایزدی کی نشانی ہے اور توفیق سعادت کی طرف رہنمائی کرتی ہے بلکہ خود دین و سنتِ رسول کا اقرار اسی اعتدال سے ہے اور دنیا کی اصلاح کا اسی پر مدار ہے۔

فکرِ آخرت

آخرت بنانے میں ذرہ برابر کوتاہی نہ کرو اور اجر و ثواب کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ نیک عملی و نیک چلنی خوش اطواری اور خیر طلبی دوسروں کی مدد اور ان کے ساتھ ہمدردی اور زیادہ سے زیادہ بھلائی کے لیے سعی اور جدوجہد کی عادت ڈالو اور ہر عمل میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کی رضامندی پیشِ نظر رکھو۔ آخرت میں اولیاء اللہ کی صحبت اور معیت کے خواہشمند رہو۔

کیا تم کو اتنا پتہ نہیں کہ دینوی امور میں میانہ روی عزت بخش ہے۔ گناہوں سے بچاتی ہے اور تمہارے کاموں کی اصلاح ہر خیر خواہ ناصح سے زیادہ اثر کرتی ہے لہٰذا میانہ روی کو ضرور اختیار کرو اور اس سے ہدایت حاصل کرو۔ تمہارے سب کام بنتے چلے جائیں گے۔ تمہارے اختیارات بڑھیں گے اور تمہارے ہر خاص و عام مقاصد سنور جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو۔ تمہاری رعیت کی گردن تمہارے سامنے جھکی رہے گی۔ سب کاموں میں اللہ ہی کا وسیلہ ڈھونڈو تم پر جو اس کی نعمت باقی ہے وہ باقی رہے گی۔

رفقائے کار اور ماتحتوں سے برتاؤ

جس کو تم کوئی کام سپرد کرو اس میں اس پر کوئی اتہام نہ لگاؤ۔ جب تک حالات کی خوب تحقیق و تفتیش نہ کر لو کیونکہ پاک دامنوں کو متہم اور ان کے بارے میں بدظنی کرنا سب سے بڑا گناہ ہے۔ لہٰذا اپنے ساتھیوں کے متعلق حسنِ ظن رکھو۔ بدظنی کے خیال دل سے نکال پھینکو تاکہ وہ اپنی ذمہ داری کے کاموں کو محنت و مشقت اور دلجمعی سے انجام دیں۔ اللہ کے دشمن شیطان کو بہکانے کا موقع نہ دو۔ وہ تمہاری ذرا سی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر بدظنی۔ بے کلی تمہارے دل میں پیدا کرتا ہے اور یوں تمہاری زندگی کی لذت کو بدمزہ کر دیتا ہے۔ یاد رکھو کہ حسنِ ظن سے ایک قوت و راحت محسوس کرو گے جس سے تمہارے کام حسبِ منشا طے پائیں گے اور لوگ تم سے محبت کرنے پر مجبور رہوں گے اور سارے کام باحسن وجوہ انجام پائیں گے لیکن اپنے ساتھیوں کے ساتھ حسنِ ظن رکھنے اور اپنی رعایا کے ساتھ رفق و نرمی سے پیش آنے کے یہ معنی بھی نہیں کہ ان معاملات کی تحقیق و تفتیش ہی نہ کی جائے۔ اور دوستوں کے کاروبار سے سروکار ہی نہ رکھا جائے یا رعیت کے حالات و حوائج سے غفلت برتی جائے۔ رعایا کی ذمہ داریوں کا بوجھ تمہارے لیے دیگر امور کی ذمہ داریوں سے آسان تر ہونا چاہیے کیونکہ یہ بوجھ دین کی حقیقت کو بھی برقرار رکھتا ہے۔ اور سنت بھی اس سے زندہ ہوتی ہے۔

خلوصِ نیت اور اصلاحِ احوال

ایک بار اور سن لو کہ ان سب امور میں خلوصِ نیت درکار ہے۔ بغیر اخلاص کے کچھ نہیں اور اپنے نفس کی اصلاح اعمال کے بارے میں سوال اٹھے گا۔ تمہارے اچھے اعمال پر تم کو ثواب و اجر دیا جائے گا۔ اور تمہاری لغزشوں پر تمہاری گرفت ہوگی۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دین کی حفاظت و عزت کا ذریعہ بنایا ہے اور جو دین کی پیروی کرتا ہے اس کو بلند مرتبہ پر پہنچاتا ہے اور جن پر تمہاری سیاست چلتی ہو یا جو تمہاری نگرانی اور دیکھ بھال میں ہوں ان کو بھی دین کے راستے پر چلاؤ اور ہدایت کے راستہ پر لگاؤ اور خود اپنے آپ کو بھی نہ بھلاؤ۔ جرائم پیشہ لوگوں پر بمطابق جرم و قصور سزائیں جاری کرو۔ نہ سزا سے درگزر کرو نہ اس میں نرمی روا رکھو نہ اس کو ٹالو۔ کیونکہ اس میں کمزوری تمہارے حسنِ ظن میں رخنہ ڈالے گی۔

اعمالِ صالحہ

اپنے کاموں میں سنتِ نبوی کی پیروی کرو اور بدعات و شبہات سے بچو تو دین بھی تمہارا محفوظ رہے گا اور تمہاری غیرت و حمیت اور مردانگی بھی برقرار رہ سکے گی۔ عہد کی پابندی کرو اور وعدہ کا ایفا نیکی کی طرف ہمیشہ مائل رہو اور بہتان سے بچو اور چغل خوروں کو بری نظر سے دیکھو۔ تمہارے دنیا اور آخرت کے کاموں کی ابتری کی پہلی نشانی یہ ہے کہ تم جھوٹوں کو پاس بٹھاؤ اور جھوٹ پر ان کو اور جرأت دلاؤ جھوٹ سے دراصل گناہ کا آغاز ہوتا ہے اور چغلی اور بہتان سے اس کی انتہا۔ چغلی سننے والا دوست سے بھی محروم ہوتا ہے۔ اور یار و مددگار سے بھی اور اس کا کوئی کام نہیں بنتا۔ صلاحیت پذیر راست بازوں کو دل سے چاہو اور شریفوں کی سچی عزت کرو۔ کمزوروں کو ڈھارس دلاؤ اور اعزا کے ساتھ صلہ رحمی سے کام لو اور اس عمل میں اللہ تعالیٰ ہی کی خوشنودی مدِنظر رکھو اور اسی کے فرمان کی تعمیل جانو اور اس سے آخرت کے اجر و ثواب کے امیدوار رہو۔

ظلم سے کنارہ کشی

بری خواہشات اور ظلم سے اپنے دامن کو بچائے رکھو۔ اور ان کی طرف مطلق دھیان نہ دو بلکہ اپنی رعایا سے برملا کہہ دو کہ مجھ کو ذرہ برابر ظلم گوارا نہیں ہے۔ سیاست دانی کے وقت انصاف کو ہاتھ سے نہ دو اور سارے معاملات میں حق کے علمبردار رہو۔ اور کسی معرفت کو حاصل کرو جو تم کو راہِ ہدایت تک پہنچائے غصہ کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھو اور علم و وقار کو کبھی نہ چھوڑو۔ جب کسی کام کو کرنے بیٹھو تو خود رائی اور طیش کو اپنے قریب نہ آنے دو۔ خبردار رہو کسی امر میں یہ نہ کہنا کہ میں صاحب الرائے ہوں جو چاہوں کر سکتا ہوں کیونکہ ایسا قول تمہاری رائے کی کمزوری اور خدا تعالیٰ پر تمہارے یقین نہ ہونے کی کھلی نشانی ہے۔ نیت میں خلوص رکھو۔

اللہ تعالیٰ کے احسانات کا شکر

اور خدا پر بھروسہ کرو یہ جان لو کہ سارا ملک اللہ ہی کا ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور جس سے لینا چاہتا ہے لے لیتا ہے۔ تم کسی صاحب نعمت سے اس کی نعمت اس قدر جلد چھنتی ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی

حرف سے اس پر غصہ کرنا ہو انہیں پاؤ گے۔ جس قدر جلد سلاطین اور صاحب دولت اشخاص سے ان کی نعمتیں چھن جاتی ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا نشانہ بنتے ہیں۔ یہ اس صورت میں ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں و احسانوں کی پے در پے ناشکری کریں اور اللہ تعالیٰ نے جو ان پر فضل و کرم فرمایا ہے اس سے غلط فائدہ اٹھائیں۔

رعایا کے حقوق

حرص و لالچ سے اپنے نفس کو بچائے رکھو۔ پس بھلائی اور تقویٰ کو ہی اپنا خزانہ اور ذخیرہ سمجھو اور رعیت کی اصلاح ملک کی آبادی و معاملات رعیت کی دیکھ بھال اور ان کی جانوں کی حفاظت اور مظلومین کی داد رسی کو ہی اپنی ساری دولت سمجھو۔ یہ بات ذہن نشین کر لو کہ جب مال خزانوں میں جمع کر لیا جائے تو وہ بڑھتا نہیں اور جب اس کو رعیت کی فلاح و بہبود کے کاموں میں لگا دیا اس سے ان کی حاجت رسی کی جائے اور ان کے خطرات ان پر سے دور کیے جائیں تو جمع شدہ دولت بڑھتی ہے اور پاک ہوتی ہے۔ ملک سرسبز اور شاداب ہوتا ہے اور زمانہ میں خوش حالی پھیلتی ہے۔ عزت اور نفع کے راستے کھلتے ہیں اور تمہارے خزانوں کی دولت کا مصرف یہ ہو کہ وہ اسلام کی اشاعت اور اہل اسلام کی فلاح و بہبود میں اٹھے اور تم سے پہلے جو امیر المومنین ہوئے ہیں ان کے دوستوں کے حقوق پورے پورے ادا کرو۔ ان کے حصوں میں کمی نہ آنے دو۔ ان کے حالات اور معاشی کیفیات کی دیکھ بھال رکھو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو موجودہ نعمت برقرار رہے گی اور اللہ تعالیٰ کی نعمت میں روز بروز زیادتی ہوتی رہے گی۔ تم با آسانی خراج اور دیگر مال رعیت سے وصول کر سکو گے اور جب سب کی گردنیں تمہارے احسان و عدل سے نیچی ہوں گی تو تمہارے بے دام غلام ہو جائیں گے اور جو کچھ تم چاہو گے وہ خوشی خوشی کریں گے۔ غرض ان تمام امور مذکورہ میں ہم نے جو حدود قائم کر دی ہیں ان پر اپنے نفس کو مضبوطی سے جمائے رکھو۔ اور اس میں زیادہ حصہ لینے کی کوشش کرو۔ یہ خوب جان لو کہ لینا اسی مال کو ہے جو اللہ کے راستے میں اٹھایا جائے۔ شکر گزاروں کا حق پہچانو اور ان کی حق رسی کرو اور دیکھو دنیا اور اس کے ناز و نعمت تم کو آخرت کی ہولناکی سے غافل نہ کر دیں کہ پھر کہیں اپنے فرائض کی ادائیگی میں سستی اور کاہلی برتنے لگو۔ کیونکہ سستی کوتاہی عمل کا باعث ہوتی ہے اور کوتاہی سر پر مصیبت اور بلا لاتی ہے۔

زریں اصول

جو کام کرو اللہ کے لیے کرو اور اسی سے ثواب کی امید رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے احسانات تم پر بہت ہیں۔ اس کی نعمتوں کا شکر گزار رہو ورنہ ڈگمگاؤ۔ اللہ تعالیٰ اپنے احسانات و فضل کو تم پر بڑھا دے گا۔ اللہ تعالیٰ کی یہ عادت جاریہ ہے کہ وہ اپنے شکر گزار اور محسن بندوں کے شکر کے موافق ان پر اپنے احسانات بڑھاتا ہے۔ کسی گناہ کو حقیر نہ جانو۔ کسی حاسد کی طرف رخ نہ کرو۔ کسی بدکار پر ترس نہ کھاؤ۔ کسی ناشکرے سے میل نہ کرو۔ کسی دشمن سے بے پروائی نہ برتو کسی چغل خور کو سچا نہ جانو۔ کسی غدر پیشہ پر بھروسہ نہ کرو کسی فاسق سے رشتہ دوستی نہ جوڑو۔ کسی گمراہ کی پیروی نہ کرو۔ ریاکار کی مدح سرائی نہ کرو۔ کسی انسان کو حقیر نہ جانو۔ کسی فقیر سائل کو بغیر دیئے واپس نہ کرو یا باطل بات کو اچھی نظر سے نہ دیکھو۔ مسخروں سے رخ نہ ملاؤ۔ وعدہ خلافی نہ کرو۔ فخر و گھمنڈ نہ کرو۔ غصہ سے کام نہ لو۔ امید کو نہ توڑو۔ اکڑ کر نہ چلو۔ آخرت کی دوستی میں کوئی کمی نہ کرو۔ چغل خور کو نظر اٹھا کر نہ دیکھو۔ کسی ظالم سے ڈر کر چشم پوشی نہ کرو۔ آخرت کا ثواب دنیا میں نہ مانگو۔ فقیہوں سے مشورہ لو۔ حلم کا اپنے نفس کو عادی بناؤ۔ تجربہ کاروں عقلمندوں اور صاحب الرائے و الحکمت لوگوں سے کچھ سیکھو۔ اپنے مشورہ میں عیاش اور بخیلوں کو شامل نہ ہونے دو۔ نہ ان کی بات پر کان دھرو۔ کیونکہ ان کا ضرر ان کے نفع سے بڑھ کر ہے۔

بخل سے اجتناب

یاد رکھو بخل سے بڑھ کر بلد رعایا کے کام میں فساد پیدا کرنے والی کوئی عادت نہیں۔ خوب سمجھ لو کہ جب حریص ہو جاؤ گے تو زیادہ لو گے اور کم دو گے۔ جب تمہاری یہ کیفیت ہو گی تو تمہارے کام بہت کم بنیں گے۔ زیادہ تر بگڑیں گے کیونکہ رعایا کی محبت تمہارے ساتھ اسی وقت قائم رہ سکتی ہے کہ تم ان مالوں سے ہاتھ کھینچو اور بخل سے اپنے دامن کو بچاؤ اس لیے کہ بخل ہی پہلا گناہ ہے جس میں انسان نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور گنہگار کی نزدیکی اور قربت ایسی ہے جیسے آگ کے شعلہ کی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ بخل سے بچتے ہیں وہ فلاح پائیں گے لہٰذا جائز موقعوں پر سخاوت سے کام لو اور تمام مسلمانوں کو اپنی ذات سے فیض پہنچاؤ۔ اور اس کو یقین جانو کہ بندوں کے تمام عبادات میں سخاوت ہی افضل عمل ہے اسے سخاوت کی عادت ڈالو اور اس پر کاربند رہو اور اسی پر اپنا عقیدہ رکھو۔ فوج کے دفاتر و مراکز کی جانچ پڑتال رکھو۔ ان کو رزق دل کھول کر دو۔ ان کے معاش میں فراخی پیدا کرو۔ اس سے اللہ تعالیٰ ان کے فقر و فاقہ کو بھی دور کر دے گا اور تمہارے کام بھی ان سے خوب نکلتے جائیں گے۔

وہ سچے دل سے اور خوشی خوشی تمہاری اطاعت کریں گے۔ بادشاہ کے لیے یہ کیا کم سعادت مندی ہے کہ بادشاہ اپنی فوج و رعایا پر رحمت اور شفقت کرنے والا ہو۔ انصاف و عدل سے ان کے ساتھ برتاؤ رکھتا ہو اور داد و دہش کا ہاتھ ان پر کھولے ہوئے ہو۔ جب نیک و بد کی حقیقت تمہارے سامنے کھل گئی تو سیاست کے نیک پہلو پیش نظر رکھو اور اس پر عمل پیرا ہو اور بد سے پرہیز کرو اور گریزاں رہو۔ اللہ تعالیٰ سے تو کامیابی اور فلاح پاؤ گے یہ بھی ذہن میں بٹھا لو کہ اسباب خارجی کی دال نہیں گلتی۔ وہاں صرف تفضلئے الٰہی کارفرما ہوتی ہے کیونکہ وہی دنیا میں ایسی ترازو ہے جس سے لوگوں کے حالات پرکھے اور تولے جاتے ہیں۔

عمل و فیصلہ میں انصاف

عدل وانصاف

کا لحاظ رکھنا رعایا کی حالت کو ٹھیک کر دیتا ہے۔ راستے پرامن ہو جاتے ہیں۔ مظلوم اپنی داد کو پہنچتا ہے۔ لوگ اپنے حقوق لیتے ہیں زندگی سنورتی ہے۔ طاعت کا حق ادا کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عافیت اور سلامتی نصیب ہوتی ہے۔ دین مضبوطی سے قائم ہوتا ہے سنن اور اللہ تعالیٰ کے حکم

احکام کے سختی سے پابند ہو۔ شر و فساد سے بچتے رہو۔ حدود الٰہی کے قائم کرنے کا حکم صادر کرو۔ عجلت سے کام لو۔ بے چینی، تنگ دلی اور اضطراب کو پاس نہ آنے دو۔ اپنی قسمت پر صابر و شاکر رہو۔ اپنے تجربے سے فائدہ اٹھاؤ۔ تمہاری خاموشی معنی خیز ہو۔ تمہاری گفتگو سیدھی اور سچی ہو۔ دشمن کے ساتھ انصاف کرو۔ شبہ کے وقت خوب سوچ سمجھو۔ دلیل و حجت کو خوب ٹٹولو۔ رعیت میں سے کسی کے کام میں دوستی یا رواداری کا لحاظ نہ کرو۔ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرو۔ بردبار رہو۔ تسلی رکھو۔ سوچ بچار سے کام لیا کرو۔ دیکھو، سوچو سمجھو عبرت پکڑو۔ اپنے رب کے سامنے جھکو اور اپنی رعایا کے ساتھ محبت و پیار سے پیش آؤ۔ نفس کے معاملہ میں حق کا پاس کرو۔ قتل کرنے میں جلدی نہ کرو کیونکہ ناحق کسی کو قتل کر دینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک گناہ عظیم ہے۔ اور خراج کی پوری نگرانی کرو۔ رعیت کی کمر اس سے مضبوط ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اسلام کے لیے عزت بلندی کا سبب بنایا ہے۔ مالکان خراج کو اس سے وسعت و مدافعت کی طاقت بخشی ہے۔ اللہ اور مومنین کے دشمنوں کے لیے جلنے اور کڑھنے کا اس کو ذریعہ بنایا ہے اور اس کو دشمن کفار کی ذلت و رسوائی کا ذریعہ بنایا ہے لہٰذا اپنے اصحاب میں اس کی تقسیم کرتے وقت حق و انصاف و مساوات کو پیش نظر رکھو۔ کسی شریف کو اس کی شرافت کی وجہ سے کسی امیر کو اس کی امارت کی وجہ سے کسی کاتب کو اس کی کتابت کی وجہ سے یا کسی اور خواص یا حاشیہ نشین لوگوں کو اس عدل و انصاف اور مساوات سے محروم نہ کرو۔ برداشت سے باہر کسی پر بوجھ نہ ڈالو۔ ناقابلِ برداشت تکلیف کسی کو نہ دو۔ غرض سب کو حق پر جمائے رکھو۔ اس سے وہ دلجمعی کے ساتھ رہیں گے۔ اور خوشی کے ساتھ زندگانی گزاریں گے۔

خوب سمجھ لو کہ جب

حاکم کے فرائض

سے تم والی بنے ہو تم سب کے خزانچی بھی ہو، محافظ بھی۔ تم سب کے نگران بھی ہو اور سرپرست بھی۔ تمہارے ماتحتوں کو رعیت اسی لیے کہا گیا کہ تم ان کے لیے بمنزلہ گڈریے کے ہو اور ایک راعی کی سی حیثیت رکھتے ہو۔ اپنے زائد از ضرورت مال میں سے وہ جو کچھ تم کو دیں وہ لو اور اس کو انہیں کی کاموں کی درستی اور ان کے کاموں کی اصلاح میں صرف کرو اور ان پر وہ اشخاص نگران و حاکم مقرر کرو جو اہل الرائے والتدبیر ہوں۔ تجربہ کار اور واقف کار ہوں۔ حکمرانی اور سیاست سے خوب واقفیت رکھتے ہوں اور علمی میدان میں بھی اس میں ماہر اور مشتاق ہوں۔ ان پر رزق کے دروازے کھول دو کیونکہ وہ حقوق جو ولایت کے توسط سے تم پر عاید ہوتے ہیں اور ان کی رعایت تمہارے ہی ذمہ ہے ان میں مذکورہ امر کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ اس لیے کوئی مشغولیت اور کوئی مصروفیت تمہیں اس کو عمل میں لانے سے نہ روکے۔ اگر تم نے اس پر عمل کر لیا اور اس کا حق واجب ادا کر دیا تو اپنے رب کی طرف مصروفیت تمہیں اس کو عمل میں لانے سے نہ روکے کہ اگر تم نے اس پر عمل کر لیا اور اس کا حق واجب ادا کر دیا تو اپنے رب کی طرف سے زیادہ سے زیادہ نعمت کے مستحق ہو گے۔ تمہارے کام بنتے چلے جائیں گے اور ادھر رعیت تم پر قربان اور فدا ہوگی اور پوری حکمرانی اور فلاح تم کو نصیب ہوگی اور ان سب کے نتیجہ میں تمہارا شہر خیر و برکات سے مالا مال ہو گا۔ تمہارے اطراف کی طرف آبادی بڑھے گی۔ ملک سرسبز و شاداب ہو گا۔ خراج میں زیادتی ہو گی۔ مال میں فراوانی ہو گی اور پھر ان حالات میں تمہاری فوج کی حالت بھی سنور جائے گی۔ عام لوگ تم سے خوش رہیں گے کیوں کہ تمہارے ہاتھوں ان پر دولت برسے گی۔ دشمن تک تمہاری سیاست اور انصاف کے گیت گائیں گے۔ غرض تمہارے ہر کام میں عدل چمکے گا۔ قوت اور شوکت اس سے ٹپکے گی۔ لہٰذا نہایت شوق اور سرگرمی سے اس نصیحت پر عمل پیرا ہو اور ہر چیز پر اس کو اہمیت دو۔ اللہ نے چاہا تو تمہارے کاموں کے اچھے نتائج رونما ہوں گے۔

اپنے علاقے

ماتحت عملہ کی نگرانی

کے ہر شہر میں ایک امین مقرر کرو جو تمہارے عاملوں کے حالات کوائف اور اعمال سے تم کو ایسا باخبر رکھے۔ گویا تم اپنے ہر عامل کے کام کو بنفسِ نفیس دیکھ رہے ہو۔ اپنے عاملوں کو جو بھی حکم دو اس کے نتائج پر پوری طرح غور کر لو اگر اس میں سلامتی و عافیت دیکھو۔ اس سے کوئی مصیبت ٹلتی اور کوئی خوبی ملتی نظر آئے تو اس کو نافذ کر دو ورنہ حکم کو روکے رکھو۔ اور اہلِ رائے والعقل سے اس کے بارہ میں مشورہ لو پھر جو بات طے ہو وہ کرو۔ اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان ایک بات کو سوچتا ہے، تولتا ہے پھر اس کو اپنی رائے کے مطابق عمل میں لاتا ہے مگر اس میں سراسر دھوکہ نظر آتا ہے اس لیے اگر نتائج پر غور نہ کیا جائے تو ہلاکی کا سامنا کرنا پڑتا ہے کام علیحدہ بگڑتا ہے۔ لہٰذا جس چیز کا ارادہ کرو اس میں اپنی پوری سمجھ سے کام لو۔ اور پھر اللہ سے مدد مانگتے ہوئے پوری قوت و اعتماد سے لگ جاؤ۔ اپنے تمام کاموں میں استخارہ کیا کرو۔

آج کا کام آج ہی کر لو

التوا سے پرہیز

اس کو کل پر نہ چھوڑو۔ کام بذاتِ خود کرو۔ آج کا کام اگر تم نے کل پر چھوڑا تو کل علیحدہ کام ہوں گے جو ٹلتے ہوئے کام نہیں کرنے دیں گے۔ اگر دونوں کام انجام دو گے تو تھک کر ہتھیار پھینک دو گے اور جب ہر روز کا کام روزانہ کر لو گے تو بدن کو بھی سکھ ملے گا۔ دل کو بھی چین ہو گا اور

تمہاری دانائی و قوت برقرار رہے گی

اصحاب شرف و فضیلت سے دوستی

جن شریف صاحب فضیلت اشخاص کی طبیعت اور خصلت کی جانچ پڑتال کر لو۔ ان سے محبت اپنے ساتھ پاؤ اور وہ نیک مشورہ سے تم کو کبھی نہ بھولیں اور تمہارے کام کی دیکھ بھال کریں تو دوستی کے لیے ان کو چھانٹ لو اور ان پر احسان و کرم کی بارش کرو۔ ان میں سے حاجت مندوں کی حاجت روائی کرو۔ ان کے بار کو برداشت کرو۔ ان کے حال کی اصلاح کی فکر کرو۔ تاکہ ان کو کسی اور دوست کی حاجت نہ رہے۔

حاجتمندوں، بیکسوں اور محتاجوں کی امداد

فقراء اور مساکین اور بے کس لوگ جو اپنی داد تم تک نہ پہنچا سکیں، اپنے حقوق سے خود ہی بے خبر ہوں۔ ان کے دریافت حال کے لیے اپنی پوری توجہ لگا دو۔ تمہاری رعیت میں سے جو صلاح کار ہوں ان کو اس کام پر مقرر کرو کہ وہ اس قسم کے حاجت مندوں کی حاجات اور حالات تم تک پہنچائیں تاکہ تم کو موقع ملے کہ تم ان کے حالات کی اصلاح کرو۔ یتیموں، بیواؤں اور دکھی لوگوں کا پتہ لگاؤ اور امیر المومنین کے عمل کے مطابق بیت المال سے ان کے وظیفے مقرر کرو تاکہ اس پر شفقت کا اظہار ہو اور صلہ رحمی کا تم ثبوت دے سکو۔ اس عمل سے اللہ تعالیٰ ان کی زندگی کو بھی خوشگوار بنا دے گا اور تمہاری دولت میں برکت اور زیادتی نصیب فرمائے گا۔ اندھوں اور اپاہجوں کے لیے بیت المال سے وظائف مقرر کرو اور وظائف کی فہرست میں حاملین قرآن و حفاظ کا درجہ پہلے رکھو اور زیادہ دو۔

مسلمان مریضوں کے لیے شفاخانے کھولو اور مشفق تیمارداروں اور حاذق طبیبوں کا انتظام کرو جو ان بیماروں کا علاج کریں اور ان کی ساری ضروریات مہیا کریں لیکن یہ بھی خیال رکھو کہ بیت المال پر اسراف اور فضول خرچی کا بوجھ نہ پڑنے پائے۔ کیونکہ لوگوں کے جب حقوق ادا کر دیے جائیں اور ان کی بڑی سے بڑی خواہشات پوری کر دی جائیں تو اس پر بھی خوش نہیں ہوتے اور جب تک اپنے والیوں کے سامنے اپنی حاجتوں کے رونے نہ رو لیں خوش نہیں ہوتے۔ صرف اسی لالچ سے زیادہ ملے اور زیادہ نرمی برتی جائے بسا اوقات لوگوں کی طرف سے جا و بے جا فرمائشوں کا ایسا ہجوم ہوتا ہے کہ بے چارہ نگران تھک جاتا ہے اور اس کی عقل بھی پریشان ہو جاتی ہے اور جو شخص عدم کی طرف یوں رغبت کرتا ہے کہ وہ اس کے فوائد دنیا میں اور اس کا اجر و ثواب آخرت میں پہنچاتا ہے وہ اس شخص کے ہم مرتبہ نہیں بلکہ گھٹیا ہے جو صرف قربِ الٰہی کے لالچ اور اس کی رحمت کی طلب میں عدل کو پسند کرتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ کوئی غرض نہیں رکھتا۔

عوام سے رابطہ

لوگوں کو حاضری کے لیے اذنِ عام اور بےحجابانہ ان سے کھل کر ملو۔ ان سے ملتے وقت اپنے ہوش و حواس ٹھکانے رکھو۔ ان کے سامنے بچھ جاؤ۔ ان کے سامنے خندہ پیشانی سے رہو۔ جواب و سوال اور بول چال میں شیریں بیان اور شیریں زبان رہو۔ بخشش و کرم سے ان پر مہربان رہو۔ جب لوگوں کو کچھ دو تو خوش دلی سے دو اور محض اخلاقی پہلو اور اجر طلبی پیشِ نظر رکھو۔ اور ان کو کبیدہ خاطر نہ کرو۔ نہ ان پر احسان جتاؤ۔ کیونکہ یہ توقع بخش تجارت ہے جو انشاء اللہ اپنا نفع دے کر رہے گی اور پرانے زمانے میں قدیم قوموں میں جو سلاطین و امراء گزر چکے ہیں۔ ان کے حالات سے عبرت لو اور امور دنیا میں ان میں سے کوئی سبق حاصل کرو۔

آمد و خرچ کا حساب

تمہارے عامل جو مال جمع کرتے ہیں اور جو خرچ کرتے ہیں ان کی دیکھ بھال رکھو کہ وہ کہاں کہاں سے آتا ہے اور کہاں کہاں جاتا ہے۔ تم نہ حرام کی کمائی کراؤ نہ پیسہ کو اسراف میں اڑاؤ۔ عالموں کی مجلس میں زیادہ اٹھا بیٹھا کرو۔ ان کے مشیروں اور مجلسوں میں شریک ہوا کرو تمہاری خواہش ہونی چاہیے کہ سنت رسولؐ کی خود بھی پوری اتباع کرو اور اس کو دنیا میں بھی پھیلاؤ اچھے و برگزیدہ اخلاق سیکھو۔

مشیر و احباب

تمہارے یار غار خواص ایسے ہونے چاہییں کہ اگر وہ تم میں کوئی عیب پائیں تو تم کو اس پر آگاہ کرنے میں تمہارا رعب ان کو آڑے نہ آئے بلکہ پوشیدگی میں یا برملا تم کو ٹوکیں اور اس کی برائی کو تم پر ظاہر کریں۔ تمہارے اس قماش کے دوست حقیقت میں تمہارے خیرخواہ و خیر اندیش اور صحیح معنوں میں مددگار ہیں۔

امورِ مملکت سے واقفیت

اپنے عالموں اور کاتبوں کی دیکھ بھال کرو۔ ان میں سے ہر ایک کے لیے خاص خاص وقت مقرر کرو تاکہ وہ اس وقت تمام امور سلطنت و حالات رعیت تمہارے سامنے رکھیں اور تم کو پڑھ کر سنائیں ادھر تم ہوش گوش سنبھال کر عقل و فہم درست کر کے بیٹھو اور معاملات پیش شدہ میں بار بار غور کرو۔ اب جو حق و انصاف کا تقاضا ہو کر گزرو اور اللہ تعالیٰ سے اس میں خیر کی دعا مانگو اور جو معاملہ حق کے خلاف معلوم ہو اس کی پھر تحقیق کر لو اطمینان پیدا کرو۔ اور بھلائی تم انجام دو۔ اس کا کوئی احسان رعایا پر نہ جتاؤ نہ کسی اور پر اور کوئی آرزو نہ رکھو۔ سوائے اس کے وہ وفا سے کام لے سلامت روی اختیار کرے اور مسلمانوں کے کاموں میں مدد و معاونت کرے اور اسی مقصد کے لیے احسان و کرم کرو۔ میرے اس خط کو سوچو سمجھو اور اس کی نصیحتوں پر عمل پیرا ہو۔ اپنے تمام کاموں میں اللہ پر بھروسہ کرو اور اس سے خیر و بھلائی کے طالب رہو۔

بشکریہ ادارہ علوم اسلامیہ ملتان۔

شہری منصوبہ بندی اسلام کے آئینے میں

پروفیسر محمد صابر
انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور

اسلام نے مسلمانوں کی ہر شعبہ میں رہبری اور رہنمائی فرمائی ہے۔ کاش کہ عصرِ حاضر کا انسان اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر فطرتِ سلیمہ کی روشنی میں اس سے مستفید ہوتا اور کائنات کو جنت بنا دیتا اور قیادت مہیا کر کے شارعِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثتِ علم و تحمل کا بین ثبوت پیش کرتا تاکہ مخلوقِ الٰہیہ آپ کے بعد خالقِ مخلوق کے دربارِ عالیہ میں اسلام سے عدم واقفیت کا دعویٰ اس کے خلاف نہ کر سکتی۔ اور اس کے لیے قیامت کے دن مصیبت کے پہاڑ نہ ٹوٹ پڑتے۔ جدید علوم سے آراستہ غیر مسلم اور مسلمان اپنی صلاحیتیں امانت و دیانت سے وقف کر دیتے تو ان انعامات سے ضرور نوازے جاتے جو اللہ پاک سے ڈرتا ہے لرزتا ہے۔ اس سے ساری کائنات خائف ہوتی ہے۔ مگر آج کا انسان اپنی منزل سے بھٹکے پر کائنات کی ہر چیز کی غلامی کے سیلاب میں بہہ چکا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ مٹھی بھر مسلمان دنیا کی سرزمین پر چھا گئے اور باوجودیکہ جدید اصلاحات و ایجادات کے عشر عشیر کے مالک نہ تھے مگر کامیاب تھے اور اسلام سے وابستگی عزت کا نشان تھی۔ حضرت عمرؓ اٹھائیس لاکھ مربع میل سے زیادہ علاقے پر حکمران تھے جو متحدہ پاکستان سے سات گنا زیادہ وسعت پر مشتمل تھا۔ نہ ہوائی جہاز تھے، نہ ریلیں تھیں اور نہ شناختی کارڈ اور پاسپورٹ کا نظام رائج تھا۔ جو بچہ پیدا ہوتا تھا اس کا وظیفہ مقرر کر دیا جاتا تھا کوئی بھوکا نہ تھا اور فرماتے تھے کہ اگر دریائے فرات پر کتا بھی پیاسا مر گیا تو اسے عمرؓ تجھ سے جواب طلبی کی جائے گی۔ اماموں، مؤذنوں خطیبوں اور خادموں کی تنخواہ سرکاری خزانہ سے ملتی تھی اور نظام اسلام بغیر دباؤ اور مصلحت اپنی عظمتوں اور وسعتوں کے ساتھ اپنی کرنیں بکھیر رہا تھا۔

نظام اسلام قدرت کی انتظام و انصرام سے قیامت تک باقی رہے گا اس کے انوارات و برکات میں کمی نہیں آئے گی۔ بشرطیکہ انہیں آداب و رعایات کے ساتھ اس کو اپنایا جائے جس طرح آپ اس کو لے کر مبعوث ہوئے اور غیر اسلامی تہذیب سے اپنی مدافعت کلی کی جائے۔ موجودہ زمانہ میں ماحول کا اثر غالب ہے اور متعدد تہذیبیں خلط ملط تیز رفتاری سے ہو رہی ہیں۔ مسلمان اپنی فطرت سلیمہ کو دار فانی کی رنگینیوں سے مسخ کر چکا ہے۔ عقل و فکر سے عاری ہے۔ ذہنی ارتقاد ترک سے مسائل حل کرنا چاہتا ہے مزید الجھتا ہے اور آخر کار انہیں حالات کا شکار ہو کر فتنوں کے سیلاب میں بہہ جاتا ہے اور آنے والی نسل کا عزت سے محروم مسلسل قدرت کے شکنجۂ انتقام میں جکڑا رہتا ہے۔ الزام و اتہام نظامِ اسلام سے یا تو منسوب کر دیتا ہے یا اس کو ناقابل عمل کر دانے میں اپنی ذاتِ ناجائز کو حق بجانب سمجھتا ہے۔ آئیے ذرا اپنی کوتاہ نظری کا جائزہ لیجیے اور دیکھیے کہ نظامِ اسلام کی برکات آپ کی طرف تیزی سے متوجہ ہیں مگر حجاب و دیواریں جو انسان نے اپنے اور اس کے درمیان حائل کر دیے ہیں کے حصول سے مانع ہیں۔

آپ نے مسلمانوں کے لیے ایک منزلہ مکان سے جو صرف ضروریات زندگی کے لیے کافی ہو سے زیادہ کی اجازت مرحمت نہیں فرمائی اور مزید ارشاد فرمایا کہ جس کی کمائی مشکوک ہو وہ مٹی گارے یعنی مکانات پر خرچ ہو جاتی ہے۔ اندازہ لگائیے کہ کتنے آدمی ایک سے زیادہ مکان جو اس کی ضرورت سے زیادہ ہیں رکھتے ہیں۔ پھر یہ مکانات کتنی منزلوں پر مشتمل ہیں۔ اس پر آج بھی عمل ہو سکتا ہے اگر فخر و تکبر اور انانیت کو دبایا جائے۔ ضرورت سے زیادہ مکانات فرد واحد کے قبضہ میں نہ ہوں اور ایک منزل نہ رکھتے ہوں۔ بحیثیت شہری منصوبہ بندی میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر ایک منزلہ پر مشتمل مکان رکھے جائیں تو زیادہ زمین خرچ نہیں ہوتی۔ کیونکہ اونچی عمارتیں بلند بنائی جاتی ہیں اتنی ہی زیادہ ہوا اور روشنی کے لیے اس کے اردگرد زمین چھوڑی جاتی ہے۔ موجودہ دور میں دھوپ اور سردی سے بچاؤ کے طور پر پنکھے، ایئر کنڈیشنڈ اور ہیٹر استعمال کیے جاتے ہیں۔ لہٰذا اردگرد مکان کے بیشتر حصوں کے خلاف زیادہ جگہ چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ زیادہ مکانوں کی تعمیر سے عمل تفاخر کو ہوا ملتی ہے اور زیادہ سے زیادہ ذہنی جائس کے عوامل جلا پاتے ہیں جو مسلمانوں کو اسلام سے بعید از قیاس دور ہٹا دیتے ہیں۔

شہری منصوبوں میں مسجد کو مرکزی مقام حاصل ہے۔ آپ کے حکم کے مطابق جتنا کوئی مسجد کے قریب رہ رہا ہوگا اتنا محنت و کاوش کے بغیر سہولت سے اس کا استفادہ کرے گا۔ جتنا کوئی دور سے آئے گا محنت و مشقت اور بہت

سے حائل رکاوٹوں سے گزرے گا اور بعض اوقات ان کی نذر ہو کر مسجد میں حاضری سے محروم ہو جائے گا۔ لہٰذا مسجد کو محلوں، آبادیوں اور شہروں کے خود کفیل سنٹروں میں مرکزی مقام دیا جائے تاکہ آپ کے حکم کے مطابق زیادہ اور انتہائی سہولت و مسرت کے ساتھ اس سے لطف اندوز ہو۔

جب مکانات ایک منزلہ ہوں گے اور مساجد سنٹروں میں ہوں گی تو نمایاں ہوں گی اور غیر مسلم دور سے متاثر ہو گا کہ یہ مسلمانوں اور اہلِ اسلام کی بستی ہے اور مسجدیں ہی پورے شہر میں خوبصورت اور دلکش جھلک پیدا کرنے والے مناظر کا کام دیں گی۔ آپ کے ارشاداتِ عالیہ کے مطابق دکانوں کو مساجد کے ساتھ نہیں رکھا جا سکتا۔ کیونکہ مسجد ہر وقت اللہ پاک کے ذکر، تلاوتِ قرآن، نماز اور دیگر اسلامی عبادات کا مرکز ہے، جب کہ بازاروں میں لوٹ مار، دھوکا، فریب دہی، ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی، استحصال وغیرہ عروج پر ہوتے ہیں۔ ناپسندیدگی کا باعث ہیں اس لیے مسجدوں سے علیحدہ رکھے جائیں گے ورنہ مسجدوں کے اندر عبادت ہو رہی ہو گی اور ساتھ دکاندار غفلت کا شکار ہو کر مسجد کی حاضری سے محروم ہو گا اور

شذرہ

اور باہمی مشورے سے مختلف مقامات پر مختلف علوم و فنون (بشمول علوم عصریہ) کے تخصص کا معقول انتظام کیا جائے تاکہ ہمارے مدارس سے نکلنے والے حضرات زندگی کے ہر میدان میں اپنی صلاحیتوں کا سکہ جما سکیں۔ اور اگر وفاق المدارس العربیہ اس تجویز کو اپنے ہاتھ میں لے کر مختلف اداروں کو مختلف ذمہ داریاں سونپ دے تو اس سے دو چند نفع ہو گا۔

زیادہ مجرم ٹھہرے گا۔ آج مسجدیں ویران اور بازار بارونق ہیں۔ اگر سرکاری طور پر مساجد کا مالی انتظام ہو جائے تو دکانیں مسجدوں کے ساتھ منسلک کرنے کی ضرورت نہ رہے گی جو محض اخراجات پورے کرنے کے لیے بنائی جاتی ہیں۔

سرکاری دفاتر اور دکانیں وغیرہ ضرورت کے تحت کئی منزلوں پر بنائی جائیں مگر مرکزی حیثیت مساجد کو حاصل رہے۔ ان کو شہروں میں ضرورت کے تحت بکھیر دیا جائے تاکہ آمد و رفت کی مشکلات پیدا نہ ہوں اور آمد و رفت کی زیادتی کسی جگہ پر رکاوٹ کا باعث نہ بن سکے۔

مکانات کے روشن دان اور کھڑکیاں ان مساجد کی طرف رکھی جائیں تاکہ اذان کی آواز آ سکے۔ روشنی اور ہوا تو آتی ہی رہے گی۔ اور ویسے بھی موجودہ ترقی اور ذرائع نے اس بات کو سہل تر کر دیا ہے کہ یہ کس طرح اور کس طرف کر لی جائیں۔ مصنوعی ذرائع نے ہر چیز کا حل پیش کر دیا ہے ہوا خارج کرنے کے لیے پنکھے بھی موجود ہیں۔

شہروں میں سینما اور کلب اور دیگر غیر اسلامی عمارات کو ضائع کر دیا جائے۔ مسلمان کے یہ چیزیں شایانِ شان نہیں صرف کھیل کے میدان مہیا کیے جائیں جہاں جسمانی ورزش وغیرہ کا اہتمام ہو۔ آپ نے ہر گانے بجانے کی چیز حرام قرار دی ہے۔ گانے کو نفاق کی علامت قرار دیا ہے۔ مسلمان کے لیے ذکر، فکر، تلاوتِ قرآن، نماز اور دیگر تقاضے کافی ہیں جن سے اسے ان غیر پسندیدہ چیزوں سے باز رکھنے کے لیے مواد ہے اور اس کو ایک لمحہ بھی فرصت نہیں ہو سکتی کہ ان میں حصہ لے سکے۔

رہائش کے مکانات جو فلیٹ یا زیادہ منزلوں پر مشتمل ہوں پردہ کی توہین کا باعث ہیں اور اسلام میں پردہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس لیے ان سے بھی اجتناب ضروری ہے آرکیٹیکٹس اور پلانرز جب مکان کا پلان بنائیں تو سونے کے کمرے اس انداز سے رکھیں کہ باسی قبلہ رو لیٹ سکے نہ ننگا سکیں اور سنت کے مطابق سو سکیں۔ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی جگہیں بالکل نہ مہیا کی جائیں۔ اور نیم کھڑے ہو کر قضائے حاجت کی جگہیں بھی مہیا نہ کریں کیونکہ اس سے قضائے حاجت کی جگہیں ملوث ہو جاتی ہیں اور عذاب کا باعث ہیں۔ بیت الخلا کا رخ بھی قبلہ کی جانب نہ ہو اور نہ ہی غسل خانے کی ٹوٹیاں اس انداز سے ہوں کہ نہاتے وقت برہنہ حالت میں قبلہ کی طرف منہ یا کمر ہو سکے۔

چھتوں پر دیواریں اتنی بلند ہوں کہ آدمی چلتا پھرتا نظر نہ آئے اور نہ ہی چھت پر سونے کی وجہ سے بے پردگی کا شکار ہو۔ اور آپ نے ایسی چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے جس پر پردہ کا اہتمام نہ ہو۔

اگر آئندہ سے اس انداز سے منصوبہ بندی اور تعمیر کی جائے تو کچھ عرصہ میں شہروں میں پھیلاؤ سے اسلامی عنصر غالب نظر آنا شروع ہو جائے گا۔ تعمیر سادہ ہو اور انجینئر امانت و دیانت سے سڑکیں تعمیر کریں اور قومی و اخلاقی احساس مدِنظر رہے تو بار بار تعمیر کے بوجھ سے بہت حد تک حکومت کو بچایا جا سکتا ہے۔ ناقص تعمیرات بار بار اصلاح سے مزید اخراجات کا سبب بنتی ہیں۔

مکان، خوراک اور لباس بنیادی ضروریات ہیں۔ مکان مہنگی ترین ضرورت ہے۔ حکومت بنیادی تنخواہ کا تعین اس انداز سے کرے کہ عوام ان بنیادی ضرورت کو بھی مہیا کر سکے۔ اور معیار کے مطابق رہ سکے۔ اس پست معیار کی موجودگی میں رہائشیں کم ہونے پر بہت سے اہلِ خانہ مشترکہ جگہ پر رات بسر کرنے پر مجبور ہیں جس سے اخلاق متاثر ہوتا ہے کہ کئی پود انحطاط اخلاق کی طرف مائل ہے۔ اسلامی فلاحی مملکت کا وجود ان کے اخلاق کے زیاں کے سدباب سے ہی ممکن ہے۔



از: مولانا قاضی عبدالکریم
مہتمم مدرسہ نجم المدارس
کلاچی



ع: وائے گر در پس امروز بود فردائے

پچھلے دنوں انجمن محبانِ صحابہ رضؓ ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے زیرِ اہتمام ایک معزز وفد نے محترم مشیرِ تعلیم پاکستان سے مشترک نصاب دینیات کے سلسلہ میں ملاقات کی۔ ملک کے مؤقر اور مشہور و معروف مذہبی ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک کے مدیر شہیر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب اور جامع مسجد کلاں ڈیرہ اسمٰعیل خان کے خطیب مولانا عبدالقدوس صاحب نے وفد کی نمائندگی اور ترجمانی کی۔ وفد کے ایک معزز رکن مولوی عبدالعزیز صاحب محدّثی خطیب جامع مسجد قاضیانوالی ڈیرہ اسمٰعیلخان کے بیان کے مطابق محترم مشیرِ تعلیم صاحب نے بتلایا کہ:۔

"حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ ملک میں اتحاد و اتفاق کے پیشِ نظر دینیات کا نصاب مشترک بنایا جائے انہوں نے کہا کہ بعض دانشوروں کا خیال ہے کہ اتفاق و اتحاد ہی کی خاطر اس نصاب سے ایک طرف خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور عبادات نماز روزہ کا ذکر نکال دیا جائے گا اور دوسری طرف شیعہ صاحبان کا نیا کلمہ اور نئی اذان نکال دی جائے گی۔

مشیر صاحب نے بتایا کہ یہ مسئلہ ایک شیعہ سنّی مشترک (اور غالباً فرضی) بورڈ کے سامنے رکھا گیا اور اگرچہ اس وقت تو تُو مَیں مَیں ہیں کوئی حتمی فیصلہ نہیں ہو سکا تاہم ان خطوط پر مشترک نصاب کو تیار کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔"

گویا نیا دین اور پرانے دین دونوں کو بے دخل کر کے ہمارے دانشوروں کا خیال ہے کہ اسے ملک میں پذیرائی بھی حاصل ہوگی۔ ع

ناطقہ سربگریباں ہے اسے کیا کہیے

صحیح جواب

دانشورانِ قوم کے اس خیال اس محال اور اس جنون کا صحیح جواب تو مستقبل دے گا جبکہ حکومت ایسے نصاب کو رائج کرنے کا باقاعدہ اعلان کرے گی۔

قوم کے انتشار سے غلط فائدہ

یہ صحیح ہے کہ اس وقت سنّی مسلمان انتشار کا شکار ہے ایک ہی محاذ مدافعت رفض و تشیع پہ درجن جماعتیں کام کر رہی ہیں اور تزاید کا یہ شوق شاید ابھی تشنۂ تکمیل ہی ہو۔ لیکن تجربہ یہ ہے کہ جب بھی کوئی بڑی آفت پڑتی ہے تو پاکستانی مسلمان اتفاق و

اتحاد کے دامن سے وابستہ ہو کر مخالف کے دانت بفضلہ تعالیٰ کھٹے ہی کر دیتا ہے۔

موجودہ حکومت سے تعاون

یہ بھی صحیح ہے کہ اس وقت اسلام کے لیے یا کم از کم اسلام کے نام سے کام کرنے والی سیاسی جماعتیں بھٹو ازم کے مقابلہ میں موجودہ حکومت کی آخری حد تک اعانت کرنے کے حق میں ہیں۔ لیکن دکھتی رگ کو حکومت پکڑے گی اور مذہب کی بنیادیں ہلنے لگیں گی تو ہمارے اندازے کے مطابق ناممکن ہے کہ

(مولانا مفتی محمود) صاحب صرف اپنی سیاسی پوزیشن کو تکتے رہیں گے۔ انہیں ایسے وقت میں یقیناً اپنی سیاسی پوزیشن کا ذہول ہو جائے گا۔ اور صدر قومی اتحاد ہونے سے زیادہ اور بہت ہی زیادہ ان کو قاسم العلوم کا شیخ الحدیث ہونے ملک کے ایک بہت بڑے ذمہ دار مفتی اور مذہبی پیشوا ہونے کا احساس کسی اور اقدام پر ہی مجبور کر دے گا۔

(نورانی میاں) کیا ایسے وقت میں نورانی میاں سیاست کو ہی چاٹتے رہیں گے اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بلند بانگ دعاوی کا کوئی بھی پاس نہیں رکھیں گے؟

(نیازی صاحب) خیال تو یہ ہے کہ تھوڑے وقت کے لیے نیازی صاحب جیسے مفتی بے کتاب بھی اپنے محبوب مشغلہ تکفیر کو موقوف کر کے یارانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس پر مر مٹنے کو ترجیح دینے لگیں گے۔

(دیگر جماعتیں) اسی طرح وہ عوامی جماعتیں جو اسلام کے نام سے اس ملک میں زندہ رہنا چاہتی ہیں آخر خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عزت و ناموس کو یوں لٹتے دیکھ کر کیسے خاموش رہیں گی۔

بہر حال یہ تو وقت بتلائے گا کہ جاں نثارانِ صحابہ کرامؓ اور شیدایانِ خلفائے راشدینؓ میں کتنی رمق باقی ہے اور کس حد تک زندہ ہیں۔

دانشوروں سے ایک سوال

اس وقت تو سوال یہ ہے کہ ہمارے دانشوروں کو کس طرح یہ یقین آ گیا ہے کہ جب خلفاء راشدینؓ اور عبادات کو دینیات کے نصاب سے نکال دیا جائے تو اتحاد و اتفاق قوم کے گلے کا ایسا ہار بن جائے گا جو کبھی بھی نہیں اتارا جا سکے گا۔ کیا انہوں نے اچھی طرح تحقیق کر لی ہے کہ اب دنیا یا کم از کم ہمارے ملک میں وہ اصلی شیعہ نہیں رہے۔ جو

"قرآن مجید کو محرف سمجھنا اپنے مذہب کا بنیادی عقیدہ سمجھتے ہیں"

کیا ہمارے دانشور یہ سمجھتے ہیں

کہ اب پاکستان میں وہ شیعہ صاحبان
نہیں رہتے جو
"صرف اہلبیت کے روایت
کردہ اخبار کو صحیح سمجھتے ہیں
اور باقی تمام صحابہ رضؓ کے
روایت کردہ حدیثوں کو
غیر معتبر جانتے ہیں"
اگر کل کو اسی طرح کے سچے
اور اصلی شیعہ مطالبہ کریں کہ موجودہ
قرآن مجید اور بخاری و مسلم کی کوئی
روایت نصاب تعلیم میں شامل نہیں
ہوگی۔

ورنہ ہم روٹھ جائیں گے۔
اور تمہارا پاکستان خطرہ میں
پڑ جائے گا"
تو بجائے کل کے آج ہی
ہمارے یہ دانشور از راہ دوراندیشی
یہ فیصلہ کیوں نہیں فرما دیتے کہ :۔
"نصاب دینیات میں نہ موجودہ
قرآن مجید کی کوئی آیت ہوگی
اور نہ ہی بخاری و مسلم کی کوئی
روایت"

اور عدل و انصاف کے
تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے اہل
بیت کی کوئی روایت بھی بیان نہیں
کی جاوے گی۔ تاکہ نہ ان کا دین رہے
اور نہ تمہارا اور نصاب ہو دینیات
کا ـــــ ع
"جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی"

قابل توجہ جنرل ضیاء الحق صاحب بالقابہ

جنرل صاحب جیسے ذمہ دار
حکمران کے بارہ میں یہ کیسے یقین کیا
جائے کہ انہیں یہ اندازہ نہیں ہوگا
کہ ایسے فاش غلط اعلان سے ملک
کے دینی اور مذہبی طبقے کتنے پریشان
ہوں گے اور نظام مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وسلم کے سلسلہ میں جس قوم
نے ان سے اچھی امیدیں وابستہ کر
رکھی ہیں جنرل صاحب کے دور میں
خلفاء راشدین رضؓ کی یہ بے عزتی بہت
ہی بری طرح چبھے گی اور کیا یہ بہتر
نہیں ہوگا کہ جنرل صاحب اس
قوم کو جس کا سو بار امتحان لیا
جا چکا ہے پھر امتحان نہ لیں اور
خود ہی اس واہی تباہی تجویز کو
ردی کی ٹوکری میں پھینک دیں اور
قوم کی امیدوں کو ٹھیس نہ لگائیں۔
یہ بات بالکل واضح ہے
کہ کسی تقریر یا کسی تحریر میں خلفاء
راشدین رضؓ یا عبادت کا ذکر نہ ہونا
اور بات ہے مگر کسی دشمن کے کہنے
سے کروڑوں مسلمانوں کے دل کی
دھڑکنوں کو نظر انداز کر دینا بالکل
دوسری بات ہے ؎
بقول دشمن پیمان دوست بشکستی
ببیں کہ از کہ بریدی و باکہ پیوستی
قوم کا اتحاد یقیناً ناگزیر
ہے اور مشترک نصاب بنانے میں
حکومت کی نیت بخیر ہونے پر شبہ
کرنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے
لیکن مشترک نصاب ان معتمد علیہ علماء کے
ذریعہ کیوں نہیں بنایا جاتا جنہیں
قوم نے مشترک طور پر پوری آزادی
کے ساتھ قومی اسمبلی کے لیے منتخب
کیا تھا اور جو عرصہ تک قوم کی
مشترک اور کامیاب نمائندگی کرتے
رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مثبت
طور پر مختلف مذاہب کا متن کے
طور پر کسی نصاب میں بیان کر دینا
کسی فتنہ و فساد کا ذریعہ نہیں بنتا۔
بشرطیکہ نیت بخیر ہو مسائل مثبت
ہوں اور طرز تحریر دل آزار اور
اشتعال انگیز نہ ہو۔ واللہ یہدی
من یشاء الی صراط مستقیم

بحضور سیدنا صدیق اکبرؓ

از محمد افضل شاکر قریشی فیصل آباد

ابوبکر صدیقؓ خیر الخلائق
بجز انبیاءؑ نوعِ انساں پہ فائق

تجھے منفرد کر گئے دو جہاں میں
خدا سے روابط نبیؐ سے علائق

محمدؐ ملائک صحابہؓ پہ بس کیا!
خدا بھی تری منقبت کا ہے شائق

تری مدح ہیں آسمانی صحائف
تری منقبت میں الٰہی حقائق

بجز تیرے بعد از محمدؐ نہیں تھا
خلافت کا اہل اور امامت کے لائق

تصدق رہا دیں تصدیق دینے کی
تری پاک سیرت کے ہیں یہ حقائق

تری معرفت ہے کب آسان آقا!
ترا ذرۂ خاک اور سو دقائق

فدا تیرے ذروں پہ ہیں چاند تارے
تو کانٹوں پہ تیرے تصدق شقائق

نفاذ نظامِ محمدؐ ہے آساں
کئے دُور اس رہ کے تُو نے عوائق

تجھے حاجتِ فدک ہوتی بھی کیونکر
ہیں فردوسِ اعلیٰ میں تیرے حدائق

شہا ارتداد و بغاوت کے قامع
ہے تُو خدمتِ دیں میں سب پہ فائق

نہیں حق پہ باطل کے حملے اب آساں
کہ اس راہ میں ہے تری ذات عائق

ملا ہے تحفظ اگر ختمیت کو
جبیں ہے تری اس کے سہرے کے لائق

جلا ڈالے جنہوں نے باطل کے خرمن
تھے اقدام تیرے یقیناً صوائق

نفی ہو تری جن میں باطل ہے واللہ
مذاہب مسالک مشارب طرائق

بہت زور مارا ہے شاکرؔ نے لیکن
نہیں کہہ سکا وہ تری شاں کے لائق



گذشتہ دنوں وفاق المدارس العربیہ کا اہم اجلاس مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ میں منعقد ہوا۔ جس میں نئے عہدیداروں کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ اجلاس میں ایک قرار داد پاس کی گئی جس میں کہا گیا کہ درس نظامی میں کوئی تبدیلی نہیں لائی جائے گی۔ البتہ جدید علوم اسلامیہ اور فلسفہ جدید سائنس اور معاشیاتِ جدیدہ وغیرہ کے بارے میں کتب شاملِ نصاب کرنے کے بارہ میں غور کیا جائے گا۔

اس سلسلہ میں چند گزارشات علماء کرام کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں۔ ہو سکتا ہے میرے نقطۂ نظر سے بعض اہل علم کو اختلاف ہو لیکن میرا مقصود کسی کی توہین و تنقیص نہیں بلکہ دردِ دل کا اظہار ہے۔

*

مجھے تسلیم ہے کہ آج برصغیر پاک و ہند میں دین کے اثرات بڑی حد تک انہی مدارس کے مرہونِ منت ہیں۔ یہی وہ اہل علم تھے جو غیر ملکی تہذیب کے سحر سے محفوظ رہے اور اپنی انفرادیت کو قائم رکھا۔ ان مدارس نے حریت و عسکریت کے جذبے کو ایسے دور میں زندہ رکھا جب غلامی کے منحوس سائے ہر جانب بڑھ رہے تھے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی، حضرت شیخ الہندؒ کی ریشمی رومال کی تحریک اور سید احمد شہیدؒ کے جہادِ آزادی کے لیے سپاہی انہی مدارس نے فراہم کئے انہوں نے باطل کے سامنے جھکنے سے انکار کیا۔ اگر غور سے دیکھا جائے اور انصاف کیا جائے تو یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ آزادئ ملک اور تحریک پاکستان کی بنیاد انہی بوریہ نشینوں نے رکھی تھی۔

*

پاکستان میں بدقسمتی سے تعلیم دینے والے ادارے دو الگ نظاموں کے تحت چل رہے ہیں۔ ایک قسم کے مدارس مذہبی یا دینی کہلاتے ہیں اور دوسرے جدید تعلیمی ادارے — اوّل الذکر تعلیمی اداروں میں ذریعہ تعلیم عربی ہے۔ اور یہاں سے فارغ التحصیل ہونے والوں کو علماء دین کہا جاتا ہے ثانی الذکر سکولوں اور کالجوں میں مرکزی اہمیت انگریزی کو حاصل ہے اور یہاں سے نکلنے والے گریجویٹ کہلاتے ہیں۔ علم کی اس تقسیم سے بدترین نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ ایک ہی قوم کے دو گروہ بالکل مختلف راہوں پر رواں دواں ہیں۔ ان کے درمیان اجنبیت بلکہ تعارض کی کیفیت موجود ہے۔ چنانچہ

- جدید تعلیم کے مدارس کے پڑھے لکھے اپنے آپ کو روشن خیال اور تہذیب یافتہ سمجھتے اور عربی مدارس کے تعلیم یافتہ لوگوں کو معاشرے کا عضوِ معطّل جانتے ہیں۔
- عربی مدارس کے پڑھے ہوئے جدید تعلیم یافتہ لوگوں کو گمراہ، ملحد قرار دیتے اور ان کے علم کو "جہالت" سے تعبیر کرتے ہیں۔
- جدید تعلیم حاصل کرنے والے ملک کے انتظامی، عسکری، عدالتی اور دوسرے اعلیٰ مناصب پر فائز ہو جاتے ہیں۔ اور دینی مدارس سے نکلنے والے امامت، خطابت اور کچھ تدریس پر قناعت کر کے بیٹھ جاتے ہیں۔

علماء اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے اس تحارب اور تعارض کے ہوتے ہوئے کیسے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ ہم مادی اور روحانی کامیابی حاصل کرنے میں کامیاب ہوں گے۔

*

عربی مدارس میں جو علوم پڑھائے جاتے ہیں۔ اُن کا نصاب آج سے کوئی اڑھائی سو سال پہلے مُلّا نظام الدینؒ (المتوفی ۱۱۶۱ھ) نے ترتیب دیا تھا۔ اس میں آج

تک کوئی نمایاں تبدیلی نہیں ہوئی۔ بلکہ کسی قسم کی تبدیلی، ترمیم یا اضافہ ممنوع قرار دے دیا گیا۔

درس نظامی میں تقریباً ۸۲ کتب ہیں جو آٹھ سال میں پڑھائی جاتی ہیں حدیث کی دس ضخیم کتب بھی ان میں شامل ہیں۔ ان اڑھائی صدیوں میں جو معاشی، سماجی، معاشرتی اور صنعتی تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔ ان سے عربی مدارس کے نظامِ تعلیم میں کوئی فرق نہیں ہوا۔ درس نظامی میں ۱۲ کتابیں قدیم یونانی فلسفے اور منطق کی شامل ہیں۔ ان کتابوں (میر زاہد، ملّا جلال، قطبی میر قطبی، قاضی حمداللہ، میبذی وغیرہ) کو اتنی اہمیت دی جاتی ہے کہ اساتذہ کی نظر میں وہی طالب علم بہت قابل قدر ہوتا ہے جو ان فرسودہ اور پامال نظریات کی حامل کتابوں پر زیادہ وقت صرف کرے۔ سوال یہ ہے کہ قدیم یونانی فلسفہ کو پڑھنے اور پڑھانے کی آج کیا افادیت ہے؟

☆

دینی علوم کا اصل سرچشمہ و ماخذ کتاب اللہ اور سنتِ رسولؐ ہے۔ انہی سرچشموں سے مثالی کردار، مضبوط ایمان اور متوازن و صحیح فکر پیدا ہوتی ہے۔ انہی کی مدد سے انسان اسلامی شریعت، قانون اور علوم سے بہرہ ور ہو سکتا ہے۔ المیہ یہ ہے کہ درسِ نظامی میں سب سے کم وقت قرآن و سنت کو دیا جاتا ہے۔ ستم ظریفی کی حد یہ ہے کہ قرآن کی تو باقاعدہ تدریس کا انتظام ہی نہیں ہوتا۔ صرف و نحو اور قدیم فلسفہ پڑھانے سے یہ تصوّر کر لیا جاتا ہے کہ طالب علم خود ہی قرآن فہم بن جائیں گے۔

درس نظامی میں صرف دو تفاسیر پڑھائی جاتی ہیں۔ جلالین اور تفسیر بیضاوی۔ اور دونوں تفاسیر مکمل بھی نہیں پڑھائی جاتیں۔ جلالین کے پہلے دس پندرہ پارے پڑھائے جاتے ہیں اور تفسیر بیضاوی میں زیادہ سے زیادہ سورۂ بقرہ اور سورۂ آلِ عمران پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کی کتاب "الفوز الکبیر" نصاب میں داخل ضرور ہے مگر اس وقت مدارس عربیّہ میں اسے عملاً پڑھایا نہیں جاتا۔ ظاہر ہے۔ قرآنی علوم اور اس کی روح سے آگاہی کے لیے یہ ناکافی ہے۔

حدیث نبویؐ کا معاملہ اور بھی قابلِ افسوس ہے۔ پہلے چار سال میں حدیث کی کوئی کتاب زیرِ درس نہیں ہوتی۔ پانچویں سال میں "مشکوٰۃ" شریف پڑھائی جاتی ہے۔ آخری سال میں دس کتابوں کا دورہ کر کے "سندِ فراغت" دے دی جاتی ہے۔ اس طرح یہ صرف کارروائی پوری کرنے والی بات ہوتی ہے۔ اور بعض مدارس میں تو بخاری کے پہلے تین چار پارے رجب تک پڑھائے جاتے ہیں۔ جب رجب کا چاند طلوع ہوتا ہے تو طلبہ کو مجبور کیا جاتا ہے کہ اب پوری پوری رات پڑھو۔ اور یوں صرف بخاری کی عبارت پڑھنے پر ہی قناعت کر لی جاتی ہے۔ تشریح و توضیح کو ضروری نہیں سمجھا جاتا۔

"خدام الدین" ہی کے صفحات میں مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب کا مضمون اس ضمن میں شائع ہو چکا ہے۔ اس ماہ مولانا تقی عثمانی مدیر البلاغ نے بھی علماء دین کو بعض مضامین جدید فلسفہ، جدید نظام ہائے فکر کا تقابلی مطالعہ، معاشیات اور مالیات سے آگاہ ہونے پر خصوصی توجّہ دلائی ہے۔

چند ماہ پیشتر پاکستان کے مشہور ماہر تعلیم اور حضرت لاہوریؒ کے تلمیذ رشید جناب ڈاکٹر سید عبداللہ صاحب نے پیش کش کی تھی کہ علماء کرام اگر اجازت دیں تو وہ نیا نصاب تعلیم مرتب کر سکتے ہیں جو جدید و قدیم علوم کا حسین امتزاج ہوگا۔ اور شاید جس سے کسی کو اختلاف ممکن نہ ہو۔

اسی طرح گزشتہ دنوں ماہر اقبالیات جناب پروفیسر یوسف سلیم چشتی صاحب نے علماء اکیڈمی اوقاف سے دورانِ خطاب جدید علوم سے آگاہی کی تجویز پیش کی تھی۔ یہی حضرت شیخ الہندؒ کی زندگی کا روگ تھا اور اس درد کا درماں تلاش کرنے ہی وہ علی گڑھ تشریف لے گئے تھے۔

تنظیم وفاق المدارس العربیہ کے معزز اراکین سے التماس ہے کہ جدید دور میں علماء مغرب زدہ طبقہ کے اوچھے ہتھکنڈوں اور حربوں کا صحیح توڑ اس صورت میں پیش کر سکتے ہیں جب موجودہ درسِ نظامی میں تبدیلی لا کر اسے جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کیا جائے گا۔

قیامت میں تمام نعمتوں کی پوچھ ہوگی

کہ اللہ کی نعمتوں کا کیا حق ادا کیا

کمال الدین
جامعہ اسلامیہ
شالامار ٹاؤن
لاہور

(دنیاوی سامان پر) تفاخر نے تم کو (آخرت سے) غافل کر رکھا ہے حتیٰ کہ تم (مر کر) قبرستان میں پہنچ جاتے ہو ہرگز (یہ چیزیں قابلِ فخر اور توجہ) نہیں ہیں۔ تم کو بہت جلد (قبر میں جاتے ہی) معلوم ہو جائے گا (کہ دنیا کیا تھی اور آخرت کیا ہے) پھر تم کو دوسری مرتبہ متنبہ کیا جاتا ہے کہ ہرگز (یہ چیزیں قابل فخر و التفات) نہیں۔ تم کو بہت جلد (قبروں سے نکلتے ہی حشر میں) معلوم ہو جائے گا (اور تم کو تیسری دفعہ متنبہ کیا جاتا ہے کہ ہرگز (یہ چیزیں قابل فخر و التفات) نہیں، اگر تم یقینی طور پر (قرآن و حدیث سے اس بات کو جان لیتے (کہ یہ جیسا کہ تم کو مرنے کے بعد اس کا یقین ہوا تو کبھی بھی اِن میں مشغول نہ ہوتے) واللہ تم جہنم کو ضرور دیکھو گے (وہ کوئی فرضی چیز نہیں ہے۔ دوبارہ تم سے تاکید ہے) پھر (کہا جاتا ہے کہ) واللہ تم اس کو ایسا دیکھو گے جو خود یقین ہے (یعنی اس کا دیکھنا بالکل یقینی اور قطعی ہے) پھر اس دن تم سے ساری نعمتوں کی پوچھ ہو گی (کہ اللہ کی نعمتوں کا کیا حق ادا کیا۔

ان نعمتوں کے متعلق بہت سی تفاصیل بہت سی احادیث میں آتی ہیں اور جتنی تفاصیل آئی ہیں وہ سب ہی مثال کے طور پر ہیں۔ حق تعالٰے شانہٗ کی جو نعمتیں ہر وقت ہر آن ہر آدمی پر بارش کی طرح برستی رہتی ہیں کون ان کا احاطہ یا شمار کر سکتا ہے۔ اللہ تعالٰے کا پاک ارشاد بالکل حق ہے (ابراہیم ع ۵ و نحل ع ۲) اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننے لگو تو شمار بھی نہیں کر سکتے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے یہ سورت تلاوت فرمائی اور جب یہ پڑھا ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ۔ پھر اس دن نعمتوں سے سوال کیے جاؤ گے۔ تو ارشاد فرمایا کہ تمہارے سامنے تم سے ٹھنڈے پانی کا سوال کیا جائے گا۔ مکانوں کے سایہ کا سوال کیا جائے گا (کہ ہم نے دھوپ اور بارش سے بچنے کے لیے سایہ عطا کیا تھا) پیٹ بھرائی کھانے سے سوال کیا جائے گا اعضاء کے صحیح ہونے کا سوال کیا جائے گا۔ (کہ ہم نے ہاتھ پاؤں آنکھ ناک کان وغیرہ صحیح سالم عطا کیے تھے ان کا کیا حق ادا کیا) میٹھی نیند سے سوال کیا جائے گا۔ حتیٰ کہ اگر تم نے کسی عورت سے منگنی چاہی اور کسی اور شخص نے بھی اس عورت سے منگنی چاہی اور اللہ تعالٰے نے تم سے اس کا نکاح کرا دیا تو اس سے بھی سوال ہو گا کہ یہ حق تعالٰے شانہٗ کا تم پہ احسان تھا کہ بیٹی والوں کے دل میں خدا تعالٰے نے یہ بات ڈالی کہ وہ تم سے اس کا نکاح کریں دوسرے سے نہ کریں۔ اور ان چیزوں کو جو اس حدیث پاک میں ذکر کی گئیں۔ غور سے آدمی اندازہ کر سکتا ہے کہ اس پہ ہر وقت اللہ تعالٰے شانہٗ کے کس قدر احسانات ہیں اور ان چیزوں میں امیر غریب سب ہی شریک ہیں بلکہ کوئی ذی روح بھی ایسا نہیں کہ جس کے اوپر اللہ تعالٰے شانہٗ کے بے انتہا انعامات نہ برستے ہوں۔ ایک صحت اور اعضاء کی تندرستی ہی ایسی چیز ہے اور اس سے بڑھ کر ہر وقت سانس کا آتے رہنا ہی ایک ایسی نعمت ہے جو ہر وقت ہر زندہ کو میسّر ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جب یہ سورۃ نازل ہوئی تو بعض

صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کون سی نعمتوں میں ہم ہیں۔ جو کی روٹی، وہ بھی آدھی بھوک ملتی ہے پیٹ بھر کر نہیں ملتی تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ آپ ان سے فرمائیں کیا تم جوتا نہیں پہنتے! ٹھنڈا پانی نہیں پیتے؟ یہ بھی تو اللہ تعالےٰ کی نعمتوں میں سے ہے۔

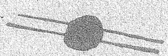
ایک اور حدیث میں ہے کہ جن نعمتوں کا سوال ہوگا وہ روٹی کا ٹکڑا ہے جس کو کھائے اور وہ پانی ہے جس سے پیاس بجھائے اور وہ کپڑے کا ٹکڑا ہے جس سے بدن چھپائے۔

ایک حدیث میں یہ واقعہ آتا ہے کہ ایک مرتبہ سخت دھوپ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ مسجد نبوی میں تشریف لے گئے۔ حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی وہ بھی اپنے گھر سے تشریف لائے۔ اور حضرت ابوبکرؓ سے پوچھا کہ اس وقت کیسے آنا ہوا۔ انہوں نے فرمایا کہ بھوک کی شدت نے مجبور کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اسی بے چینی نے مجھے بھی مجبور کیا۔ یہ دونوں اسی حال میں تھے کہ حضورؐ اپنے دولت کدے سے تشریف لائے اور ان سے دریافت کیا کہ تم اس وقت کہاں سے آئے؟ انہوں نے عرض کیا کہ حضورؐ! بھوک کی شدت نے مجبور کیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اسی مجبوری سے میں بھی آیا ہوں۔ یہ تینوں حضرات اٹھ کر حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ وہ خود تو موجود نہیں تھے۔ اُن کی اہلیہ نے بہت خوشی کا اظہار کیا حضورؐ نے دریافت کیا کہ ابو ایوبؓ کہاں ہیں؟ بیوی نے عرض کیا ابھی آتے ہیں۔ اتنے میں ابو ایوبؓ آگئے اور جلدی سے کھجور کا ایک خوشہ توڑ کر لائے۔ حضورؐ نے فرمایا سارا خوشہ کیوں توڑ لائے۔ اس میں سے پکّی پکّی کیوں نہ چھانٹ لیں عرض کیا۔ حضرتؐ! اس خیال سے توڑ لیا کہ پکّی اور ادھ کچّی اور خشک اور تر ہر قسم کی سامنے ہو جائیں۔ جس کی رغبت ہو نوش فرمائیں ان حضرات نے ہر قسم کی کھجوریں اس خوشہ میں سے تناول فرمائیں۔ اتنی دیر میں ابو ایوبؓ نے ایک بکری کا بچہ ذبح کر کے جلدی سے کچھ حصہ آگ پر بھونا، کچھ ہانڈی میں پکایا اور ان حضرات کے سامنے لا کر رکھا۔ حضورؐ نے ذرا سا گوشت ایک روٹی میں لپیٹ کر ابو ایوبؓ کو دیا کہ یہ فاطمہؓ کو دے آؤ۔ اس نے بھی کئی دن سے ایسی کوئی چیز نہیں کھائی۔ وہ جلدی سے دے آئے۔ ان حضرات نے گوشت روٹی کھایا۔ اس کے بعد حضورؐ نے ارشاد فرمایا (اللہ کی اتنی نعمتیں کھائیں) گوشت اور روٹی، کچی اور پکی کھجوریں۔ یہ فرماتے ہوئے حضورؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور ارشاد فرمایا۔ کہ یہی وہ نعمتیں ہیں جن سے قیامت میں سوال ہوگا۔

صحابہؓ کو یہ سن کر بڑا شاق ہوا کہ ایسی سخت بھوک کی حالت میں یہ چیزیں بھی باز پرس کے قابل ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا بے شک ہیں۔ اور اس کی تلافی یہ ہے کہ جب شروع کرو تو بسم اللہ کے ساتھ شروع کرو اور جب ختم کرو تو یہ دعا پڑھو۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هُوَ اَشْبَعَنَا وَ اَنْعَمَ عَلَیْنَا وَ اَفْضَلَ۔ تمام تعریفیں صرف اللہ ہی کے لیے ہیں کہ اس نے ہم کو (محض اپنے فضل سے) پیٹ بھر کر عطا کیا اور ہم پر انعام فرمایا۔ اور بہت زیادہ عطا کیا۔ (دُرِ منثور)

اب ہر شخص اپنے تئیں خود ہی سوچے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں قسم قسم کی نعمتوں سے جو شمار میں بھی نہیں آسکتیں نواز رہا ہے ہم اس کا کیا حق ادا کر رہے ہیں۔

اور یاد رہے کہ اللہ پاک نے دنیا کی ناپائیداری کو اُس کے ناقابل التفات ہونے کو آخرت کے مقابلہ میں اس کے بالکل ہیچ ہونے کو اس میں اشتغال کے باعث خسارہ ہونے اور انجام کار عذاب تک پہنچ جانے کو کس کثرت سے حق تعالیٰ شانہٗ نے کلام اللہ شریف میں فرمایا اور بار بار اس پر تنبیہ فرمائی۔ لیکن کس قدر سخت حیرت اور غیرت کی بات ہے کہ جتنی زیادہ حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے اس پر تنبیہ ہے اتنی ہی زیادہ ہماری طرف سے اس میں غفلت برتی جا رہی ہے۔ پھر کس طرح ہم پر اس کے انعامات کی بارش ہو۔



کمیونزم



وطن عزیز کی سرحد پر

ابن منظور کے قلم سے

کائنات جب سے عدم کا پردہ چاک کر کے وجود کے لباس میں ظہور پذیر ہوئی ہے تب سے ہی تغیرات اور تصرفات کی آماجگاہ بھی ہوئی ہے۔ تبدیلیاں اور انقلابات اس کے لئے مقدر بن چکے ہیں۔ "صور اسرافیل" تک یہ لامتناہی سلسلہ یوں ہی جاری رہے گا۔ حالات بگڑتے رہیں گے سنورتے رہیں گے۔ دراصل زندگی نام ہے تغیر و تبدل کا نشیب و فراز کا اس میں ثریا کی رفعتیں بھی ہیں اور ثریٰ کی اتھاہ گہرائیاں بھی۔ امن و عدل بھی ہے اور ظلم و جدل بھی، وفا و الفت بھی ہے جفا و کلفت بھی، خیر و رحمت کی شگفتگی بھی اور شر و زحمت کی کرختگی بھی الغرض زندگی اتار چڑھاؤ اور جوڑ توڑ کے امتزاج سے مرصع ہے۔

پھر بعض تبدیلیاں ناگزیر اور فطری ہیں جن کے وجود سے انکار اور جن کی حقیقت سے فرار انسان کے دائرہ اختیار سے بعید تر ہے۔ مثال کے طور پر یہ مشاہدہ ہے کہ جب "صبح نو" کی آمد کا غلغلہ پیدا ہوتا ہے جب افق مشرق پر سپید سحر نمودار ہوتی ہے تو ستاروں بھری رات رخت سفر باندھ لیتی ہے شفق کی روشنی شب سیاہ زلف کے چہرے پر پڑے نقاب کو الٹ دیتی ہے، سورج کی زرد زرد کرنیں چاندنی کی ملاحت بھری چاندنی کا چہرہ سوگوار کر دیتی ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ بہار کا موسم جب اپنے جوبن پر ہوتا ہے تو مہکتے پھول مشام جاں معطر کئے دیتے ہیں، مہکتے سبزے کی جھلملاہٹ کتنی بھلی لگتی ہے، چہکتے بلبلوں کے ترانے کانوں میں رس گھولتے ہیں اور خزاں آتے ہی سارے حسن و سرور کا فور کر دیتی ہے معصوم کلیاں سوکھ کر بے نور ہو جاتی ہیں، اسی طرح حیات انسانی بھی بچپن کے بھولے پن شباب کی سرمستی اور بڑھاپے کی ضعیفی سے عبارت ہے "یہ سب اتار چڑھاؤ فطری اور قدرتی امر ہے" کاروان حیات کے لئے از بس ضروری ہے۔ اس کے برعکس بعض تغیرات فطرت کے اصولوں سے متصادم ہوتے ہیں ان کا غیر فطری ہونا ہی نسل انسانی کے لئے تباہی و بربادی کا آئینہ ہوتا ہے، تصویر کا یہ رخ بڑا دلدوز اور [illegible] ہے، بڑا جانگسل اور نہایت ہی ستم کش پہلو رکھتا ہے۔ انسانیت جب ابدی صداقتوں اور سرمدی سعادتوں کی زریں قبا کو تار تار اور ریزہ ریزہ کر دیتی ہے پھر حالات جو نہج اختیار کر لیتے ہیں تو اس کا تصور دردناک بھی ہے اور وحشتناک بھی۔ نتیجے کے طور پر پھر مظالم کی گھٹائیں افق عالم کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہیں بربریت کا وہ دور شروع ہو جاتا ہے کہ آسمان بھی حضرت انسان کے پیدا کردہ طوفان پر تلملا اور بلبلا اٹھتا ہے، عصیان و طغیان کا یہ سیلاب پھر بڑھتا ہی چلا جاتا ہے، ظلم و ستم جور و جفا کے جھکڑ تھمتے ہی نہیں۔ پھر صداقت امانت اور دیانت و شرافت کے پھول مرجھا جاتے ہیں شفقت و رحمت کے چشمے سوکھ جاتے ہیں پھر رات کی تاریکی میں شرم و حمیت سے عاری انسان جو کھڑاک رچاتے ہیں تو خلوت تنہائی میں جنم لینے والے سیاہ اور مکروہ واقعات حدود شریعت پھلانگ کر "سربازار" اور بھری محفل میں فیشن کے نام سے پیش کئے جاتے ہیں جن کے ہاتھوں امن عالم درہم برہم ہو جاتا ہے، جن کے استعماری عزائم کا خوف غریب کو میٹھی نیند سونے نہیں دیتا، جس سے غریب کی کٹیا بھی محفوظ نہیں اور جس سے غریب ملکوں کی

سرحدات کو بھی ہر آن خطرہ ہی رہتا ہے۔ ہاں یہ وہ بدطینت اور بدخصلت لوگ ہوتے ہیں جو دولت اور ثروت کے نشے میں مخمور، قوت و سلطنت کی مستی میں چور اور شرافت و اخلاق کی مقدس شاہراہ سے دور ہوتے ہیں۔ جو روپے پیسے کے بل بوتے اور اسلحے کی ڈیل ڈول پر غریب اقوام کو اپنا دست نگر کر لیتے ہیں، پھر عیاری و مکاری کے ہتھیار سے مظلوم و مجبور قوم کی قسمت کے مالک بن جاتے ہیں۔ مفادات کو ذرا سی ٹھیس پہنچی تو خاک و خون کی ندیاں بہا دی جاتی ہیں اگر کوئی حریت کا متوالا قوم کا جیالا نقار خانے میں طوطی کا رول ادا کرنا چاہے تو اسے ذلت و رسوائی کی اس پستی میں دھکیل دیا جاتا ہے کہ زندگی کی بہار دوبارہ اس کا مقدر نہیں بن سکتی۔

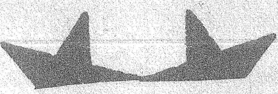
گزشتہ دنوں ہمارے برادر ہمسایہ ملک افغانستان میں جو کھیل کھیلا گیا اور جو ناٹک رچایا گیا ان واقعات کو قرطاس کی زینت نہیں بنایا جا سکتا۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے اور حالات و قرائن شاہد عدل ہیں کہ اس خون ریز ڈرامے کے پس پردہ کمیونسٹوں کی گہری سازش کار فرما تھی اور اس ڈرامے کی نوک پلک ماسکو میں سنواری گئی نور محمد ترکئی لاکھ کہیں کہ ہمارا اشتراکیت سے کوئی تعلق نہیں لیکن حالات حاضرہ سے باخبر کوئی بھی باشعور آدمی یہ بات ماننے کے لئے تیار نہیں کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہی موجودہ سربراہ افغانستان کے مشہور کمیونسٹ رہنما رہ چکے ہیں افغانستان کی مشہور کمیونسٹ پارٹی انہی خطوط پر بنائی گئی تھی ان کی کابینہ کے تمام وزراء اسلام دشمن اور ماسکو نوازی میں اپنا مقام رکھتے ہیں اور جو اپنی زندگیوں کا اکثر حصہ سویت یونین میں گزار چکے ہیں۔ افغانی فوج کو روسی ماہرین کی زیر نگرانی تربیت دی گئی ہے اور روس کے انسانیت کش اسلحہ سے انہیں لیس کیا گیا ہے اس خونیں انقلاب کے بعد آنے والی حکومت کو سب سے پہلے روس ہی نے تو تسلیم کیا تھا۔ یہ حقائق ہیں جن کا ابطال محال ہی نہیں ناممکن ہے اخبارات کی سرخیوں سے یہ اندازہ کرنا چنداں مشکل نہیں کہ محمود غزنوی کے اہل وطن روسی استعماریت کے خلاف ابھی تک سینہ سپر ہیں وہاں کے محب وطن قبائل جن کے دلوں میں شمع اسلام روشن ہے جو گفتار کے بجائے کردار کے مجاہد ہیں اور علما کا طبقہ جس کے مومنانہ کردار نے بیشتر حکومتوں کو لرزہ براندام کئے رکھا یہ طبقے کمیونزم کی یلغار کبھی بھی برداشت نہیں کر سکتے ہیں۔ مارکسسٹوں اور کمیونسٹوں نے نہ صرف کابل کے حسن و جمال کو مشق ستم بنایا ہوتا تو تب بھی کسی طرح اضطراب کی کیفیت سکون حاصل کر لیتی لیکن اس آگ کے شعلوں نے تو ایران کی سرسبز و شاداب وادیوں کے چہرے بھی جھلسا دیئے ہیں ایران کے بڑے بڑے شہر اس آگ کی لپیٹ میں آچکے ہیں وہاں بھی کمیونسٹوں نے اپنی جارحیت اور استعماریت کا مظاہرہ کر کے ایران کے داخلی سکون کی لہروں میں تلاطم پیدا کر دیا ہے آج ایران بھی جلسوں، جلوسوں مظاہروں اور توڑ پھوڑ کی آگ میں جل رہا ہے۔ نادر شاہی خاندان کی طویل حکومت کے خاتمے کے بعد اب پہلوی خاندان کا اقتدار بھی ہچکولے کھا رہا ہے جو کئی برسوں سے اقتدار کی مسند پہ براجمان ہے قتل و غارت کے اس شور و غل میں شہنشاہ ایران کی آواز دبتی نظر آتی ہے" ان حالات و واقعات کی روشنی میں یہ بات کھل کر سامنے آچکی ہے کہ کمیونسٹ عالمی امن کو نیست و نابود کرنے کا تہیہ کر چکے ہیں اور بالخصوص بلاد اسلامیہ ان لوگوں کی آنکھوں میں خار کی طرح کھٹکتے ہیں۔ افریقہ کے مسلمان ہوں یا ایشیا میں بسنے والے تمام کمیونسٹوں کی جارحیت کا شکار ہیں آج برما کی کمیونسٹ حکومت اپنے اہل وطن سے جو سلوک روا رکھے ہوئے ہے اس کے نتیجے میں لاکھوں مسلمان اپنے گھروں سے دربدر ہو چکے ہیں اور تو اور کچھ ہی عرصہ پہلے مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش کا روپ دینے میں روسی لابی نے جو مذموم کردار ادا کیا ہے اسے کون نہیں جانتا۔ بنگلہ دیش کے افغانستان اور ایران کے حالیہ واقعات اس بات کی طرف واضح اشارہ ہیں کہ کمیونسٹ برصغیر میں کتنی تیزی اور برق رفتاری سے مصروف عمل ہیں اور کمیونزم کا سیلاب آندھی کی طرح بڑھتا اور پھیلتا جا رہا ہے بدقسمتی سے اب جبکہ مارکسزم اور کمیونزم کا یہ طوفان ایک طرف بلوچستان کے راستے اور دوسری طرف شمال مغربی سرحدی صوبے کے راستے ہماری سرحدوں کے دروازے کھٹکھٹا رہا ہے پھر بھی بعض لوگ خواب خرگوش میں مدہوش قوم کو یہ تھپکیاں دے کر سلا رہے ہیں کہ ہمیں کمیونزم سے کوئی خطرہ نہیں۔

مزید ستم ظریفی کا ایک اور پہلو یہ بھی ہے کہ ہمارے انہی دو صوبوں کی سیاست ماضی کے حکمرانوں کی غلط پالیسیوں کی بناء پر اس قدر پیچیدہ ہو چکی ہے کہ مختلف حلقوں سے یہ آواز اٹھتی رہی ہے کہ بلوچستان اور سرحدی صوبے پر اغیار کی حریصانہ نظریں گڑ چکی ہیں۔ کمیونزم کے اس سیلاب کو روکنے کے لئے ہمیں کچھ کرنا ہوگا ورنہ سنبھلو گے نہیں تو مٹ جاؤ گے

خدا کے لئے اب ہمیں اپنے طرز عمل اور نظر و فکر کے زاویوں کو بدلنا ہوگا۔ لباس کی تراش خراش میں گفتگو کے لب و لہجے میں نشست و برخاست میں، تعلیم و تدریس کے شعبوں میں ہم فرنگی تہذیب کے شکنجے میں گرفتار ہیں، ان کی ہر ادا پر مرے جا رہے ہیں۔

میکیاولی کے سیاسی اصول اپنا کر، کارل مارکس اور اینجلز کے معاشی اصولوں پر عمل پیرا ہو کر ہماری کشتی کبھی بھی ساحل مراد پر نہیں پہنچ سکتی۔ اس کے لئے ہمیں محسن انسانیت کے طرز عمل ان کے کردار و گفتار کو سرمایہ افتخار سمجھنا، کاروان حیات کو ماسکو اور پیکنگ کی پگڈنڈیوں پہ چلانے کے بجائے مکہ و مدینہ کی شاہراہ پر رفتار پہ گامزن کرنا اور یقین کی اس دولت کو سینہ سے لگانا ہوگا کہ

؎ نہ ہم لینن کے شیدا ہیں نہ اسٹالن کے دیوانے
نظر کے سامنے ہیں خالد و حیدر کے افسانے



نورانی میاں کا مذاق

پیر پگارا جوابِ آں غزل سناتے ہیں

صالح محمد حضروی

گذشتہ دو ماہ سے لاہور ہی نہیں پورا پنجاب گرمی کی شدید لہر کی زد میں تھا۔ البتہ لاہور کے روزناموں میں ہر روز پندرہ بیس افراد کے بیہوش اور ایک دو آدمیوں کے فوت ہو جانے کی خبریں چھپتی رہیں العطش العطش کی صدائیں ہر طرف بلند ہوئیں۔ اور اکبر الہ آبادی کا یہ شعر بار بار نوکِ زبان پر آتا کہ

؎ آبلے سے پڑ جائیں اکبر کے بدن پر
پڑھ کر جو کوئی پھونک دے اپریل مئی جون

ان ہی گرم ہواؤں میں مسلم لیگ کے صدر جناب پیر پگارا لاہور تشریف لائے اور آتے ہی مسلم لیگ ہاؤس میں اخبار نویسوں سے بات چیت کے دوران نورانی میاں کے متعلق یہ بیان دیا کہ

"نورانی میاں ہر جمعہ کو مسجد میں قومی اتحاد کو الٹی میٹم دے دیتے ہیں۔"

گرمی کی شدّت لاہور میں عروج پر تھی۔ اخبار نویس یہ سمجھے کہ صدر مسلم لیگ نے گرمی کی شدت سے مغلوب ہو کر مولانا نورانی کے خلاف اپنے دل کی گرمی اور بھڑاس نکالی ہے۔ بعض اخبار نویس یہ کہہ رہے تھے کہ پیر صاحب کے بیان اور لب و لہجہ میں جو گرمی ہے وہ گرم گرم چائے کا اثر ہے۔ ایک کونہ میں کچھ اخبار نویس آپس میں چہ میگوئیاں کر رہے تھے کہ قومی اتحاد کی قیادت نے نورانی میاں کے بیان کو کوئی وقعت اور اہمیّت نہیں دی۔ جن کے متعلق نورانی میاں روزانہ ایک دو "شگوفے" چھوڑتے رہتے ہیں۔

تو پیر صاحب کو مولانا کے بیان کی تردید کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ ایک اخبار نویس نے اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کیا کہ پیر صاحب نے نورانی میاں سے اپنی توہین کا بدلہ لیا ہے۔ وہ اس طرح کہ قومی اتحاد کے موجودہ عہدے داروں کا انتخاب جب عمل میں آ رہا تھا تو مزاری صاحب نے مفتی صاحب کا نام پیش کیا۔ اس کے مقابل نورانی میاں نے پیر پگارا صاحب کا نام پیش کر دیا۔ پیر صاحب یہ سمجھے کہ نورانی میاں میری عزت افزائی اور توقیر کر رہے ہیں۔ اس خوش فہمی کی وجہ سے پیر پگارا نے نورانی میاں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مفتی صاحب کی قیادت کو تسلیم کر لیا۔

بعد میں قومی اتحاد اور جے یو پی کے درمیان جب اختلافات نے جنم لیا تو اس دوران نورانی میاں نے یہ کہا کہ قومی اتحاد کے عہدیداروں کا انتخاب جب عمل میں آچکا تو میں نے "بطور مذاق" پیر صاحب کا نام پیش کیا تھا۔ پیر صاحب نے مولانا نورانی کا جب بیان پڑھا تو انتہائی کبیدہ خاطر

ہوئے۔ وہ موقع کی تلاش میں تھے کہ مولانا سے اس توہین آمیز مذاق کا کیسے بدلہ لیا جائے۔ سندھ میں یہ اندیشہ تھا کہ اِدھر بیان دُوں اُدھر مولانا ہانپتے کانپتے حاضر ہو جائیں کہ "پیر صاحب آپ نے یہ کیا ظلم کر دیا میں ہی تو اس جماعت کا سربراہ ہوں جس نے قیام پاکستان کے وقت مسلم لیگ کی حمایت کی تھی جیسا کہ آپ کی جماعت کے نائب صدر نے بیان دیا ہے۔" (یہ علیحدہ بات ہے کہ قیام پاکستان کے وقت جے یو پی کا وجود تھا یا نہیں۔ جس جماعت کے نام میں "پاکستان" کا لفظ شامل ہو اس کا قیام پاکستان سے قبل وجود کیسے ثابت ہوتا ہے۔ اسے خواجہ صاحب کی شعبدہ بازی یا ہاتھ کی صفائی کا نام بھی دیا جا سکتا ہے) پیر صاحب کو خواجہ صاحب سے بھی شکوہ تھا کہ وہ ایسے افراد کی حمایت کیوں کرتے ہیں۔ جو اُن کے مخالف ہوں۔ پہلے خواجہ صاحب نے حنیف رامے کی حمایت میں اس وقت بیان دیا جب اس نے مسلم لیگ اور پیر صاحب پر مختلف الزامات عائد کیے تھے۔ اب نورانی میاں نے پیر صاحب کے متعلق ہتک آمیز بیان دیا تو خواجہ صاحب نے پیر صاحب کی صفائی میں کچھ کہنے کی بجائے نورانی میاں کی حمایت شروع کر دی۔ پیر صاحب خواجہ صاحب کی بھی خبر لینا چاہتے تھے۔ اور یہ سندھ میں ممکن نہیں تھا۔ اس لیے پنجاب کے دارالخلافہ میں پہنچتے ہی انہوں نے پہلے خواجہ صاحب (جو پیر صاحب اور لیگ دونوں کے لیے مارِ آستین ثابت ہو چکے ہیں) کی قومی اتحاد کے عہدیداروں کے مستعفی ہونے کی تجویز کی تردید میں یہ بیان دے کر خواجہ کو تنبیہ کی کہ اپنے جامہ میں رہو۔ "قومی اتحاد کے عہدیداروں کے مستعفی ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا"۔ اور نورانی میاں سے یوں بدلہ لیا کہ "وہ الٹی میٹم دیتے رہتے ہیں۔ ان کے بیانات ہمارے نزدیک کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ گویا ہمیں ان کے الٹی میٹم کی کوئی پروا نہیں۔ وہ بڑیں ہانکنے کے عادی ہیں۔ اس طرح لاہور پہنچ کر پیر صاحب نے ایک تیر سے نورانی میاں اور خواجہ صاحب دونوں کا شکار کر ڈالا۔

بنات
کا
صفحہ

حضرت آسیہؓ

از: مریم صدیقہ

فرعون مصر کا بادشاہ جس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا یہ اس کی بیوی ہیں۔ حضرت آسیہ کے والد کا نام مزاحم تھا یہ قوم بنی اسرائیل اور سبطِ نبوت میں سے تھیں خدا کی قدرت دیکھئے کہ خاوند اتنا شیطان جس نے اَنَا رَبُّکُمُ الاَعْلیٰ کی ڈینگ ماری اور بیوی ایسی ولی جس کی تعریف قرآن میں آئی۔ انہوں نے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جان بچپن میں ظالم فرعون سے بچائی۔

ظالم فرعون نے خدائی کا دعویٰ کیا تو وہ بہت ہی ظلم کرتا تھا۔ ایک دن اس کے شاہی نجومیوں میں سے کسی نے کہا کہ ہم نے خواب دیکھا کہ مصر میں ایک بچہ پیدا ہوا ہے اور وہ مصر پر حکومت کر رہا ہے اس پر فرعون کو فکر پیدا ہوئی۔ اس نے کہا کیا کیا جائے پھر اس نے حکم دیا کہ جہاں بھی کوئی لڑکا پیدا ہو اس کو فوراً قتل کر دیا جائے۔ اس طرح تقریباً ستر ہزار بچے قتل کر دیے گئے۔

لیکن خدا کی قدرت دیکھئے اس نے اسی بچے کی پرورش فرعون کے گھر میں کروائی۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو ان کی ماں کے دل میں خوف تو پہلے ہی بیٹھا ہوا تھا بہت پریشان ہوئیں کہ اب کیا کروں؟ پھر بچے کو ایک لکڑی کے صندوق میں بند کر کے دریائے نیل میں ڈال دیا کہ جس طرح خدا کی مرضی۔ جب وہ صندوق تیرتا ہوا شاہی محل کے کنارے اٹکا اور فرعون کے گھر والوں نے جب صندوق کھولا تو دیکھا کہ ایک حسین اور تندرست بچہ آرام سے لیٹا ہوا انگوٹھا چوس رہا ہے۔

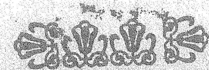
فرعون کی بیوی حضرت آسیہ بنت مزاحم نے بچہ کو دیکھا تو باغ باغ ہو گئیں۔ اور انتہائی محبت سے اس کو پیار کیا۔ محل کے شاگرد پیشہ میں سے کسی نے کہا کہ یہ تو اسرائیلی معلوم ہوتا ہے اور ہمارے دشمنوں کے خاندان کا بچہ ہے اس کو قتل کر دینا ضروری ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہی ہمارے خواب کی تعبیر ثابت ہو۔ اس بات کو سن کر فرعون کو بھی خیال پیدا ہوا۔ فرعون کی بیوی نے جونہی شوہر کے تیور دیکھے تو کہنے لگی کہ ایسے پیارے بچہ کو قتل نہ کرو کیا عجب کہ یہ میرے اور تیرے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک بنے ہم اس کو اپنا بیٹا بنا لیں اور ہمارے لیے اس کا وجود نفع بخش ثابت ہو یعنی اگر یہ وہی بنی اسرائیلی بچہ ثابت ہو جو تیرے خواب کی تعبیر بننے والا ہے تو ہماری محبت اور آغوش تربیت شاید اس کو مضر ہونے کی بجائے مفید ثابت کر دے مگر فرعون اور اس کے خاندان کو یہ کیا معلوم کہ خدا کی تقدیر اس پر ہنس رہی ہے کہ رب العالمین کی کرشمہ سازی دیکھو کہ تم اپنی نادانی اور بے خبری میں اپنے دشمن پر نگران مقرر کئے گئے بالآخر جب فرعون خدا کے باغی کو حضرت آسیہ کے ایمان باللہ کے متعلق کھلم کھلا علم ہو گیا تو ان کو چومیخا کر کے دھوپ میں ڈال دیتا اور طرح طرح کی ایذائیں دیتا تھا اور ایک بڑا پتھر ان کے سینے پر رکھ دیتا تھا۔ حق تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ اس کے گرداگرد اپنے پروں سے سایہ کرو سخت ایذاؤں کی حالت میں جبکہ فرعون کے حکم سے ان کے سینے پر ایک بڑا پتھر لا کر رکھ دیا گیا تو حضرت آسیہ نے دعا کی کہ یا اللہ!

تیری توحید پر ایمان لانے کے سبب سے تو مجھے نجات دے، فرعون کے نفسِ خبیث سے اور نجات دے اس سختی سے اور ان ظالموں کی قوم سے اور اے میرے رب! بنا میرے واسطے اپنے پاس گھر بہشت میں، یعنی مقامِ قرب میں مجھے جگہ دے۔

حق تعالٰے نے اس بی بی کی دعا قبول فرمائی اور پردہ سامنے سے اٹھایا اور جنّت میں اس کا گھر دکھایا۔

جنت کا محل دیکھ کر ان کی سب سختیاں دور ہو گئیں۔ آخر فرعون نے ان کو سیاستہً قتل کر دیا۔ اور جامِ شہادت نوش کر کے مالکِ حقیقی کے پاس پہنچ گئیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کامل ہونے کا اعلان فرمایا ہے اور لکھا ہے کہ جنت میں حضرت آسیہ رضؓ محبوبِ خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں ہوں گی۔

پیاری بہنو! دیکھو حضرت آسیہ کیسی ایمان کی مضبوط تھیں کہ بد دین خاوند بادشاہ تھا۔ سب کچھ اس نے کیا مگر اس کا ساتھ نہیں دیا۔ ایمان بڑی نعمت اور بڑی دولت ہے۔ اسی ایمان کی بدولت اس نیک بی بی کو کتنا رتبہ ملا۔ خدا ہمیں بھی ایمان پہ مضبوط فرمائے۔ آمین!



تعارف و تبصرہ

مسئلہ تقدیر

تقدیر ایمانیات کا ایک اہم حصہ ہے، والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالٰے اس مسئلہ کے متعلق عوام کو چھوڑ کر خواص بھی عجیب وغریب شکوک شبہات کا شکار رہتے ہیں اور اس کی جزئیات کے معاملہ میں عام لوگ ٹھوکریں کھاتے ہیں حالانکہ سلامتی کی راہ یہ ہے کہ اللہ کے نبی علیہ السلام نے جو کچھ ارشاد فرمایا اس کو بلا چون وچرا تسلیم کر لیا جائے اور زیادہ گہرائی میں جانے سے گریز کیا جائے تاہم وہ لوگ جو اس مسئلہ کی گہرائیوں اور غوامض سے واقف ہونا ہی چاہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسے اہلِ علم کا لٹریچر اور ان کے افادات کو ملاحظہ کریں، جن کی علمی حیثیت مسلم ہو اور جن کو اللہ تعالٰے نے علم صحیح ونافع کے ساتھ ساتھ عقل ووجدان سے بھی نوازا ہے۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ اللہ تعالٰے نے برصغیر کو اعاظم رجال سے نوازا جن کی علمی وفقہی حیثیت مسلم ومعروف ہے اور اللہ رب العزت نے ان کے علوم سے پوری دنیا کو بے پناہ فائدہ پہنچایا، حضرت العلام مولانا شبیر احمد عثمانی حضرت مولانا الشیخ محمد ادریس کاندھلوی رحمہما اللہ تعالٰی اور حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب ایسے ہی اعاظم رجال میں سے ہیں جن سے اللہ نے اپنے دین کی خوب خوب خدمت لی، ان تین حضرات کے افادات جو اس مسئلہ کے متعلق ہیں، ادارہ اسلامیات ۱۰۔ انار کلی لاہور کے مالکان نے مرتب شکل میں چھپوا دیئے ہیں۔ اس طرح یہ ایک مفید ونافع مجموعہ بن گیا ہے، جس کی قیمت محض سوا پانچ روپے ہے دینی علوم اور اس مسئلہ کے مالہٗ وما علیہ سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لئے ایک نادر تحفہ ہے۔

ملفوظات

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی مشہور عالم تبلیغی تحریک کے بانی ومؤسس کی حیثیت سے جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ اللہ تعالٰے نے تبلیغ کے میدان میں آپ سے جو کام لیا ہے اس کے برگ وبار کا اندازہ آج کی دنیا میں آسانی سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس تحریک کا حلقۂ اثر چار دانگ عالم میں پھیل چکا ہے اور ہزاروں کی تعداد میں

- پردہ عورت کا زیور ہے۔
- بے پردہ عورت شیطان کا جال ہے۔

لوگ اسلام کے دامن رحمت میں آچکے ہیں جبکہ لاکھوں کی اصلاح ہو چکی ہے ۔ آپ مادر علمی دیوبند کے پختہ کار فرزند اور حضرت شیخ الہندؒ کے تلمیذ رشید تھے ۔ قرآن و سنت پہ گہرا عبور تھا مظاہر العلوم سہارنپور اور مدرسہ مرکز تبلیغ دہلی میں درس و تدریس کا سلسلہ بھی آپ نے مدتوں جاری رکھا ۔ اس کے ساتھ ہی نجی و اجتماعی مجالس میں رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رہتا تھا ۔ حضرت مولانا منظور احمد نعمانی مدظلہم نے جو ایک عرصہ تک حضرت سے متعلق رہے اور اس معروف تحریک سے اب تک وابستہ ہیں آپ کے ملفوظات کا یہ مجموعہ مرتب فرمایا ۔ اس مجموعہ کا ایک حصہ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ کا مرتب کردہ ہے جنہوں نے کامل ایک ماہ حضرت مولانا کے پاس دہلی میں قیام فرمایا ، بہر حال معارف و نکات کا یہ مجموعہ مرتب صورت میں مکتبہ دینیات رائے ونڈ ضلع لاہور نے چھاپا ہے پونے سات روپے قیمت ہے مجموعہ ہر اعتبار سے خوب ہے اور اصلاح کے خواہشمند لوگوں کے لئے بہت خوب !

کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات

حضرت محدث عصر مولانا محمد ذکریا کاندھلوی زید مجدہم ونفع اللہ المسلمین بابقائہم دور حاضر کی وہ نابغہ شخصیت ہیں جن کے وجود پاک کی برکت سے ملت اسلامیہ کو بے پناہ فائدہ پہنچ رہا ہے ۔ حضرت شیخ کے دیگر عظیم کارناموں کے علاوہ تنہا آپ کی کتب فضائل نے وہ کام کیا ہے کہ بایدوشاید!

کوتاہ بین اور کوتاہ اندیش لوگ ہر زمانہ میں رہے اور ان کی زبان و قلم سے کوئی بھی محفوظ نہ رہ سکا اس طرح کی حرکات سے اہل حق کا قافلہ کبھی نہیں رکا بلکہ اس نے مزید ہمت سے قدم آگے بڑھایا ، اس قسم کے کوتاہ بین لوگ حضرت شیخ کی کتب فضائل کے خلاف عجیب و غریب شوشے چھوڑتے ہیں ان کا مقصد ان حرکات سے محض یہ ہوتا ہے کہ مخلوق خدا کی رہنمائی و اصلاح کا کام رک جائے لیکن اللہ جو اپنے بندوں پر سب سے زیادہ مہربان ہے ہر زہر کا تریاق پیدا کر دیتا ہے یہ کتاب ایسا ہی تریاق ہے جس کی ترتیب کا سہرا حضرت شیخ کے عزیز ترین خادم اور نواسے مولانا محمد شاہد صاحب کے سر ہے موصوف نے ترتیب کے ساتھ ساتھ ایک طویل مقدمہ سپرد قلم کیا ہے جس میں حضرت شیخ کی کتب فضائل کا الگ الگ تعارف ، مختلف زبانوں میں ان کے تراجم ان کی طباعت کے شاندار ریکارڈ اور انہیں حقوق وقف عام کرنے نیز بعض دوسرے ضروری اور اہم مباحث کا ذکر ہے اس کے بعد حضرت شیخ کی خدمت میں اشکالات کے طور پہ آنے والے خطوط کے جوابات ہیں ، یہ کتاب تبلیغی تحریک سے متعلق تو ہر دوست کی ضرورت ہے ہی عام پڑھے لکھے اور بالخصوص تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے بھی مفید دستاویز ہے ۔ اس سے جہاں اور بہت سے حقائق سامنے آئیں گے وہاں یہ بھی پتہ چلیگا کہ خلوص و اخلاص سے کئے گئے کام میں کتنی برکات ہوتی ہیں ۔

یہ کتاب بھی مکتبہ دینیات رائے ونڈ سے ساڑھے سات روپے میں دستیاب ہے ۔

الحادِ مغرب اور ہم

ڈاکٹر غلام جیلانی برق ایک معروف و مسلم مصنف ہیں ان گنت کتب ان کے نوک قلم سے نکل چکی ہیں ایک عرصہ تک انکار حدیث کے کیمپ میں رہے بلکہ وہ اس کیمپ کے انچارج اور جنرل مینجر مسٹر پرویز سے بوجوہ زیادہ فائق تھے تاہم ادھر کچھ عرصہ سے رب العزت نے ان کی رہنمائی فرمائی اور انہیں ہدایت نصیب فرمائی جس کے تشکریہ کے طور پہ ڈاکٹر صاحب نے ” تاریخ حدیث “ معرکتہ الآرا کتاب لکھ کر اپنی سابقہ غلطیوں سے عملاً رجوع فرمالیا ، فجزاہم اللہ احسن الجزاء ، یہ کتاب مکتبہ رشیدیہ لاہور کو طبع کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ، حقیقت کی طرف پلٹنے کے بعد وہ مسلسل لکھ رہے ہیں اور اسلامی لٹریچر میں ان کی مطبوعات گرانقدر اضافہ کا سبب بن رہی ہیں زیر نظر کتاب الحاد مغرب اور ہم علماء اکیڈمی محکمہ اوقاف لاہور کی کاوش و سعی سے منصۂ شہود پر آئی ہے جس کا پیش لفظ اکیڈمی کے ڈائریکٹر جناب محمد یوسف گورایہ کے قلم سے ہے اس کے بعد خود ڈاکٹر صاحب کے قلم سے ” حرف اول “ ہے جس میں آپ نے اس کتاب کی وجہ تالیف و ضرورت پہ مختصر قلم اٹھایا ہے اس کے بعد کتاب کے چار ابواب میں ” الحاد مغرب کا اثر مشرق پہ “ ” خدا کی ہستی پر دلائل “ ” مذہب کی ضرورت “ اور اسلام “ کے عنوان سے گفتگو کی ہے

واقعہ یہ ہے کہ مغرب نے مادی تسلط سے قبل فکری تسلط حاصل کر لیا تھا اور اس کی یلغار کا سلسلہ ہنوز جاری ہے ۔ خود اسلامی ممالک کے اندر ایک طبقہ ایسا ہے جو احساس کمتری اور مرعوبیت کا شکار ہے ، یہ طبقہ شعوری یا غیر شعوری طور پہ ” الحاد مغرب “ کے جراثیم پھیلانے کا ذریعہ بن رہا ہے لیکن آج کی سب سے بڑی ضرورت دلائل و براہین سے مسلح ہو کر دانش مغرب پر جراتمندانہ طریق سے حملہ آور ہونے کی ہے ڈاکٹر صاحب کی یہ کتاب اسی ضرورت کے تحت لکھی گئی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے حق ادا کیا ہے چونکہ وہ اسلامی علوم کے ساتھ ساتھ مغربی علوم سے کماحقہ واقف ہیں اس لئے انہوں نے کمال جرأت و دیانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے معصوم ذہن لوگوں کے لئے تحفظ کا سامان فراہم کیا ہے ، محکمہ اوقاف نے یہ کتاب چھاپ کر واقعۃً بڑی خدمت کی ہے اے کاش وہ لاکھوں کا سرمایہ جو خلاف اسلام رسومات کی نذر ہو رہا ہے اور سینکڑوں من گھڑت مزارات کی تقریبات کے لئے برباد ہو رہا ہے وہ اہل اللہ اور سلف صالحین کی مقدس تعلیم کی اشاعت اور دور حاضر کے سلیم الفکر لوگوں کی تخلیقات کے کام آجاتا تو آج ہم فکری اور علمی طور پہ مالا مال ہو چکے ہوتے بہر حال ہم ہر پڑھے لکھے شخص سے اس کتاب کے مطالعہ کی پرزور سفارش کریں گے ۔

قیمت ۔ ۲۵/ روپے ملنے کا پتہ علماء اکیڈمی شاہی مسجد لاہور ۔

تبلیغ اسلام پر ایذا رسانی

انتظار حسین اسعد

پیارے بچو! ہمارے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کو جب یہ فرمایا کہ اے لوگو! خدا کو ایک مانو، وہی سب کا کارساز ہے۔ صرف اسی کی عبادت کرو، اسی سے مرادیں مانگو۔ اس کے سوا تمہیں نہ کوئی نفع دے سکتا ہے نہ نقصان۔ وہی عزت و ذلت کا مالک ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

تو کفار مکہ نے آپ اور آپ کے صحابہ کرام کو وہ وہ تکلیفیں پہنچائیں کہ جن کے سننے سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

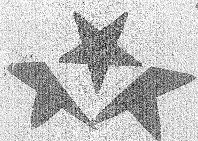
حضورؐ کے راستے میں کانٹے بچھا دیئے جاتے۔ کبھی اس پاک جسم کے ساتھ مارپیٹ کی گستاخیاں کی کی جاتیں یہاں تک کہ جسم مبارک سے خون بہنے لگتا۔ خود حضورؐ کے رشتہ دار حضورؐ کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچا رہے ہیں۔ وہ گھر جو تمام مخلوقات کے لیے امن کی جگہ تھا۔ جب خدا کا پیارا رسول خدا کے سامنے سجدہ کرتا تو کبھی گردن میں پٹا ڈال کر کھینچا جاتا جس سے گلا گھٹنے لگتا۔ کبھی سر مبارک پہ اونٹ کی اوجھڑی رکھ دی جاتی۔ کبھی خدا کے اس محبوب اور پاک بندے کو شہید کرنے کے منصوبے بنائے جاتے۔

مکہ کی تپتی ہوئی زمین پر بلالؓ حبشی کو ننگا لٹا کر ان کے سینے پر پتھر رکھ دیا جاتا تاکہ ہل بھی نہ سکیں۔ گردن میں رسی باندھ کر بچوں کے حوالے کر دی جاتی کہ پہاڑ کے پتھروں پر گھسیٹتے پھریں۔ ایسا بھی ہوا کہ حضورؐ کے ساتھیوں کی مشکیں کس کر صرف اس جرم پر بید لگائے جاتے کہ بت پرستی کیوں چھوڑی؟

دھوئیں میں بند کر کے حضرت عثمانؓ کا دم گھونٹا جاتا۔ کسی کو گائے اور اونٹ کے کچے چمڑے میں لپیٹ کر دھوپ میں پھینک دیا جاتا اور کمبخت ابوجہل نے تو بی بی سمیہؓ کے نازک حصہ میں نیزہ مار کر شہید کر ڈالا تھا برابر تین سال تک ان کم بختوں نے ستائے رکھا بلکہ یہاں تک بھی کوشش کی کہ پانی کا ایک گھونٹ یا کھانے کا ایک لقمہ بھی اللہ کے ماننے والوں کو نہ ملنے پائے۔ بچے بھوک کے مارے راتوں بلبلاتے لیکن ان کے دل ایک لمحہ کے لیے بھی نہ نرم ہوتا۔ قصور صرف اتنا تھا کہ اللہ کو ایک کیوں مانتے ہو، پتھروں کو کیوں نہیں پوجتے۔ لوٹ مار، شراب خوری، جوا بازی، فحش کاری اور ہزاروں قسم کے برے کاموں میں ہمارا ساتھ کیوں نہیں دیتے۔

الغرض یہ ایک سچی آواز تھی جو پہاڑ کی چوٹیوں پر شہروں کے بازاروں میں، میلوں اور شادیوں اور غمی کی محفلوں میں خانہ کعبہ کے حرم میں، منیٰ اور عرفات کی وادیوں میں بھولی بھالی مظلومانہ سچائی کے ساتھ اٹھتی تھی۔ ظالموں کا ظلم اس کو دبانا چاہتا تھا مگر مظلومیت کا شعلہ اس کو دن بدن بھڑکا رہا تھا۔ ظلم اور سختی سے جب کام نہ چلا تو لالچ دے کر حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر حسینہ جمیلہ کی خواہش ہو تو ہمارے عرب کی عورتیں پیش ہیں جس کو چاہو پسند کر لو اگر دولت کی ضرورت ہے وہ بھی حاضر ہے اگر حکومت چاہتے ہو تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیتے ہیں مگر جواب یہی تھا کہ اگر ایک ہاتھ پہ چاند اور دوسرے پہ سورج بھی لا کر رکھ دو۔ تو خدا کی قسم میں اس سے ہرگز نہ ہٹوں گا۔

عزیز بچو! یہ وہ پکار تھی جو حضورؐ کی زبان سے ادا ہوئی۔ نافرمان مخلوق نے اس کو ہر طرح سے دبانا چاہا۔ مگر وہ خدا کی پکار تھی، وہ بلند ہوئی اور آج تک بلند ہے اور ہمارا فرض ہے کہ آئندہ اس کو بلند رکھیں۔ آمین ثم آمین!



تو کر بیٹھے ہیں پیچھے نہیں ان کے خیال میں وضو کے لیے اتنا مقطر پانی ضروری نہیں جتنا پینے کے لیے، حالانکہ جو پانی پی نہیں سکتے اس سے وضو بھی نہیں کر سکتے۔

طبی نقطہ نگاہ سے کھڑے ہو کر پانی پینا صحیح نہیں۔ البتہ آب زمزم اور وضو کا بچا ہوا پانی اس سے مستثنیٰ ہے کہ اس سے تمام اطراف میں پانی چلا جاتا ہے جو صحت کے لیے مفید ہے۔

اس طرح پانی پی کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور علیہ السلام کے طریق کے مطابق تمہیں وضو کر کے دکھایا۔

روایت حضرت عبد خیر رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے، وضو شروع کیا تو سب سے پہلے آپ نے دایاں ہاتھ برتن میں ڈالا، کلی کی اور پھر بائیں ہاتھ سے ناک صاف کی۔ یاد رہے کہ ناک نگاہ بچا کر صاف کرنی چاہیے کہ دوسروں کو کراہت نہ ہو۔

روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما

فرماتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کانوں کا مسح کیا اپنی دونوں انگشت شہادت کو کانوں میں ڈالا اور انگوٹھوں کو کانوں کی پشت پر۔

روایت ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کو وضو کرتے دیکھا۔ جب آپ نے سر کا مسح فرمایا تو ہاتھوں کو آگے سے پیچھے اور پیچھے سے کنپٹی تک آگے لائے۔ سر کے مسح کے لیے پانی علیحدہ لینا چاہیے۔ پھر کانوں کا مسح فرمایا۔ اس کے لیے الگ پانی لینے کی ضرورت نہیں۔ گردن کے مسح میں ہاتھ پیچھے سے لے کر گردن تک لانے چاہئیں۔

بادیہ نشین شخص کی آمد

حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ میری امت میں کچھ ایسے لوگ آئیں گے جو وضو میں حد سے زیادہ پانی استعمال کریں گے اور حد سے تجاوز کریں گے اور دعا کے آداب سے بھی واقف نہیں ہوں گے

حدیث میں یہ بھی ہے کہ ہر اچھے کام پر ایک شیطان مقرر ہے۔ وضو پر بھی ہے، جو وسوسے ڈالتا ہے تو انسان بار بار وضو کرتا ہے حالانکہ ایسا صحیح نہیں۔

ایک بادیہ نشین شخص آپ کی خدمت میں آیا اور وضو کے متعلق پوچھا۔ آپ نے تین تین مرتبہ تمام اعضاء کو دھویا اور فرمایا جس نے ان میں اضافہ کیا یعنی تین کے بجائے زیادہ مرتبہ دھویا اس نے برا کیا۔

گویا حضور علیہ السلام نے شریعت کی حد بندی فرمائی۔ حد بندی یہی ہے کہ ہر کام جہاں سے شروع کیا وہاں سے شروع کریں جہاں ختم کیا وہاں ختم کریں اور جتنی مرتبہ جو کام کیا اتنی مرتبہ کریں۔

اس سلسلہ میں ایک صحابی کے بیٹے کا واقعہ ہے کہ اس نے کہا، اے اللہ! مجھ کو بہشت کی دائیں طرف سفید محل عطا فرما۔ والد محترم نے فرمایا۔ بیٹے! اللہ سے جنت مانگو اور دوزخ سے پناہ مانگو (اور بس) مطلب یہ ہے کہ دور از کار دعائیں نہیں کرنی چاہئیں اور دعائیں الحاح و زاری سے کرنی چاہئیں اس کے بعد اپنا کام اللہ کے سپرد کر دینا چاہیے یعنی اے اللہ! اس کام میں بہتری کا ہو وہ کر۔







مدینہ منورہ کے حالات پر دُنیا کی مختلف زبانوں میں بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ لیکن اس مقدس تذکرہ سے **اردو** کا دامن خالی تھا

برادر عزیز مولوی محمد عبد المعبود سلمہٗ نے گہرے اور وسیع مطالعہ کے بعد جو **ارمغان** تیار کیا ہے۔ اس پر بے ساختہ دِل سے دعائیں نکلیں۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی صحت، عمر اور علم میں برکت عطا فرمائے۔

عبید اللہ انور

*****

مدینہ منورہ کے مفصّل واقعات، مسجد نبویؐ اور روضۂ انور کی چودہ سو سالہ تاریخ

سنہری جلد۔ قیمت ۲۵ روپے — پیش کش: محمد عبد المعبود

مکتبۃ الحبیب جامع مسجد پھولوں والی رحمان پورہ راولپنڈی